عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY

KHATM-E-NUBUWWAT

KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

جلد نمبر ۱۵

۲۵ صفر تا ۲ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ بمطابق ۱۲ تا ۱۸ جولائی ۱۹۹۶ء

شمارہ نمبر ۷

ربوہ سے تل ابیب تک

مرزا غلام احمد قادیانی کی کہانی

تاریخی حقائق کی زبانی

قادیانی مذہب کا
اِنسائیکلوپیڈیا

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ

قادیانی تحریریں اور شہادتیں

قادیانی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں

معرکہ لاہور و قادیان

مرزا غلام احمد قادیانی اور مسٹر محمد علی
کے خیالات کا تقابلی جائزہ

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کی ۶ نئی مطبوعات

مکمل سیٹ منگوانے پر خصوصی رعایت

تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء جلد سوم

۹۰۰ صفحات

تالیف: مولانا اللہ وسایا صاحب

○ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء آغاز تحریک سے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء اختتام تحریک تک ○ صمدانی ٹریبونل کی مکمل تحقیقی رپورٹ ○ سانحہ ربوہ کی وجہ سے ملک گیر تحریک کی ہر شہر و قصبہ سے رپورٹیں ○ اہم شخصیات کے انٹرویوز ○ اخبارات و جرائد کی تمام خبریں، اداریے، رپورٹیں ○ تاریخی اشتہارات، نظمیں ○ کتاب کا مکمل اشاریہ

کمپیوٹر کتابت، عمدہ طباعت، سفید کاغذ، چار رنگا سرورق، مجلد قیمت ۲۰۰/-

قومی تاریخی دستاویز (اردو)

قومی اسمبلی میں قادیانی مقدمہ کی مکمل کارروائی

مرزا ناصر و صدرالدین۔ قادیانی و لاہوری دونوں گروہوں کے مرزائی سربراہوں پر ۱۹۷۴ء کی قومی اسمبلی میں ۱۳ دن جرح ہوئی جس کی مکمل تفصیلات (سوالاً و جواباً) اس میں شامل ہیں اس تحریر کو پڑھنے سے آپ کو محسوس ہوگا کہ براہ راست قومی اسمبلی کی کارروائی دیکھ رہے ہیں۔

کمپیوٹر کتابت، عمدہ طباعت، سفید کاغذ، مجلد، چار رنگا ٹائیٹل لیمینیشن، صفحات ۳۰۰ سے زائد

قیمت ۱۰۰/- روپے

قادیانی عقائد کا انسائیکلوپیڈیا

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ

جدید ایڈیشن

از: پروفیسر محمد الیاس برنی۔ ایم اے، ایل ایل بی

کمپیوٹر کتابت پہلی بار۔ نئے حوالہ جات، اغلاط سے مبرا، سفید کاغذ، بہترین طباعت، مضبوط و عمدہ جلد، چار رنگا ٹائیٹل۔ ایک تاریخی علمی دستاویز جس میں قادیانی تحریک کے عقائد و عزائم، مکمل تاریخ، قادیانیوں کی مذہبی و سیاسی تگ و تاز کی مکمل تفصیلات جس نے قادیانی تحریک کے چہرے سے پردہ چاک کر دیا۔ صفحات ۱۱۶۴

قیمت ۳۰۰/- روپے

مرزا قادیانی کی مستند سوانح حیات

رئیسِ قادیان

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کے قلم سے

پہلی بار کمپیوٹر کتابت سے آراستہ و پیراستہ۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا خاندان اور مرزا جی کی پیدائش سے وفات تک اچھوتی و عمدہ تاریخی حقائق پر مشتمل مکمل سوانح۔ مرزا جی کے قول و عمل سے مزین علمی و تاریخی دستاویز۔ عمدہ کاغذ بہترین طباعت، مضبوط جلد۔ چار رنگا ٹائیٹل صفحات ۶۷۶

قیمت ۱۵۰/- روپے

احتسابِ قادیانیت

از قلم: مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر

حضرت مناظر اسلام کے رد قادیانیت پر تمام رسائل کا مجموعہ

جدید حوالہ جات کا اضافہ۔ نئی کمپیوٹر کتابت

بہترین کاغذ۔ عمدہ طباعت۔ مضبوط جلد۔ رنگین ٹائیٹل۔

صفحات ۳۰۰ قیمت ۱۰۰/- روپے

کاغذ، طباعت مثالی۔ بہترین کمپیوٹر کتابت

تحفۂ قادیانیت (جلد دوم)

تالیف

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

یہ جلد حضرت مصنف مدظلہ کے ۹ مقالات کا مجموعہ ہے۔ تاریخی، مذہبی، سیاسی مباحث پر مشتمل عمدہ علمی دستاویز ہے۔ درج ذیل عنوانات پر مقالات ہیں:

○ دارالعلوم دیوبند اور مسئلہ ختم نبوت ○ مسئلہ ختم نبوت اور مولانا نانوتوی ○ معرکۂ قادیان و لاہور ○ ظلی نبوت کا تار عنکبوت ○ پیام اقبال اور فتنہ قادیانیت ○ مرزا طاہر کے جرمنی کے چیلنج کا جواب ○ ربوہ سے تل ابیب تک ○ ربوہ سے تل ابیب تک کے جواب کا جواب الجواب ○ مرزا قادیانی کے وجوہ ارتداد، سپریم کورٹ جنوبی افریقہ میں تحریری بیان ——— فتنہ قادیانیت کو سمجھنے کے لئے بہترین کتاب۔

مضبوط جلد۔ چار رنگا ٹائیٹل۔ صفحات ۴۰۰ سے زائد قیمت ۱۵۰/-

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

○ مکمل سیٹ پر چالیس فیصد رعایت ○ وی پی نہ ہوگی ○ پوری رقم کا پیشگی آنا ضروری ہے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATME NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

۲۵ صفر تا ۲ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
بمطابق ۱۲ تا ۱۸ جولائی ۱۹۹۶ء

جلد ۱۵
شمارہ ۷

REGD. NO.SS-160

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمن جالندھری ○ مولانا اللہ وسایا
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر ○ مولانا منظور احمد حسینی
مولانا محمد جمیل خان ○ مولانا سعید احمد جلالپوری

مدیر
حسین احمد نجیب

سرکولیشن منیجر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

کمپیوٹر ڈیزائننگ
ارشد دوست محمد

اس شمارے میں

کنٹرولڈ انتخاب ـــــ آئین سے انحراف یا پاکستان کا انہدام ۴
معرکہ لاہور و قادیان ۹
قادیانی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں ۱۲
ربوہ سے تل ابیب تک ۱۳
مرزا غلام احمد قادیانی کی کہانی۔ تاریخی حقائق کی زبانی ۱۸
قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ۲۰

قیمت ۵ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۴۰ امریکی ڈالر، یورپ، افریقہ ۳۵ امریکی ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ
اور ایشیائی ممالک ۳۰ امریکی ڈالر
چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت — الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ
نمبر ۳۰۳ کراچی پاکستان ارسال کریں

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۲۵۰ روپے
ششماہی ۱۲۵ روپے
سہ ماہی ۷۵ روپے

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 514122

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون 7780337 فیکس 7780340

LONDON OFFICE
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199

پبلشر: عبدالرحمن باوا | طابع: سید شاہد حسن | مطبع: القادر پرنٹنگ پریس | مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

مخلوط انتخاب ۔۔۔ آئین سے انحراف یا پاکستان کا انہدام

آئین کی اسلامی دفعات کے خلاف اقدام سے پہلے ارباب حکومت کو اپنی سوچ بچار کا جائزہ لینا چاہئے

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر سپریم کورٹ آف پاکستان کے سینئر وکیل محترم محمد اسماعیل قریشی صاحب کا مضمون اداریہ کی جگہ شائع کیا جا رہا ہے۔ اہل دانش اور ارباب حکومت کو اس پہلو پر خوب غور کر لینا چاہئے کہ انہدام آئین کلی طور پر ہو یا جزوی "آئین میں اس جرم کی سزا "موت" رکھی گئی۔ آئین کی دفعہ ۲۲۷ کی رو سے قرآن وسنت کے خلاف قانون سازی کا کسی بھی سرکاری ادارے کو آئینی اختیار نہیں 'ایسا اقدام یقیناً'" آئین سے انحراف" قرار پاتا ہے۔

(ادارہ)

اٹارنی جنرل پاکستان قاضی جمیل صاحب نے موجودہ وفاقی کابینہ کی حال ہی میں منظور کردہ انتخابی اصلاحات کے پیکج کی حمایت کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مخلوط انتخابات اور اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کا حق اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے منافی نہیں ہے اس پر گلستان سعدی کی وہ حکایت بے اختیار یاد آگئی جب بادشاہ سلامت دربار خاص میں "دن" کے وقت یہ اعلان فرماتے کہ یہ "رات" ہے تو وزیران زریں کلاہ اور مصاحبین پیش گاہ فوراً "دست بستہ عرض کرتے" جہاں پناہ! اس وقت تو واقعی ایک طرف ماہ و پروین اور دوسری طرف تارے ہی تارے نظر آرہے ہیں" موجودہ حکومت کے وزیروں اور مشیروں کی فوج ظفر موج وزیر اطلاعات جناب کھرل کے ہمراہ انتخابات کے فرمان شاہی کی حمایت کے لئے کمربستہ موجود تھی اور یہ بات ان کے منصب کے شایان شان بھی ہے کہ وہ فرمان شہریار پر سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ ثابت کرنے کے لئے اپنا سارا زور بیان صرف کر دیا لیکن اٹارنی جنرل جو دریوزہ گر سیاست نہیں ہوتا بلکہ آئین کے حوالہ سے اسے سپریم کورٹ کے جج کے ہم مرتبہ قرار دیا گیا ہے اس سے کم از کم یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ بھی حکومت عالیہ کی خوشنودی کی خاطر آئین اور قانون کی غلط تعبیر کرے۔ موصوف تو اپنے پیش رو اٹارنی جنرل کی روایت بھی برقرار نہیں رکھ سکے۔ اس سلسلہ میں مخلوط انتخاب سے متعلق اپیل کا ہمارے موضوع سے براہ راست تعلق ہے جو عیسائی ایڈووکیٹ مسٹر نعیم شاکر کی طرف سے جداگانہ انتخاب کے خلاف سپریم کورٹ میں دائر ہوئی ہے۔ راقم الحروف نے ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جماعت اسلامی کے امیدوار جناب وقاص کی جانب سے اس اپیل کی بحث میں حصہ لیا تھا اور مخلوط حق انتخاب کی مخالفت میں دلائل پیش کرتے ہوئے ایک اہم دلیل یہ بھی پیش کی تھی کہ مخلوط انتخاب اور دوہرے ووٹ کا حق آرٹیکل ۵۱ اور ۱۰۶ کے صریحاً خلاف ہے اس کے علاوہ یہ آرٹیکل ۲۔۲۔اے اور آرٹیکل ۲۲۷ کے بھی منافی ہے۔ مسٹر فخرالدین جی ابراہیم جو سپریم کورٹ کے جج بھی رہ چکے ہیں اور جنہوں نے جنرل ضیاء الحق کے پی سی او کے تحت حلف لینے سے انکار کرکے عدالت عظمیٰ کا عہدہ چھوڑ دیا تھا نعیم شاکر کی اس اپیل میں بحیثیت اٹارنی جنرل پاکستان موجودہ حکومت ہی کی جانب سے سال گزشتہ سپریم کورٹ میں پیش ہوئے۔ انہوں نے دیانتدارانہ طور پر آرٹیکل ۵۱ اور آرٹیکل ۱۰۶ کے حوالہ سے ہمارے موقف کی حمایت کرتے ہوئے کہا تھا کہ جہاں تک آئینی حقائق کا تعلق ہے جداگانہ انتخابات کو آئینی تحفظ حاصل ہے اور گورنمنٹ اس پر عمل درآمد کرانے کی پابند ہے انہوں نے اپیل کی اور اپیلانٹ کی مسلم نشست سے الیکشن میں حصہ لینے کی درخواست کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ اقلیتی نمائندہ کو مسلمانوں کے حلقہ انتخاب سے الیکشن میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے لہٰذا اپیلانٹ کی درخواست خارج کر دی جائے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی وضاحت کر دی تھی کہ اگرچہ مخلوط انتخابات حکومت کے منشور کا حصہ ہیں لیکن آئین میں ترمیم کے بغیر اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ گورنمنٹ آئین میں مناسب ترمیم پر غور کر رہی ہے۔

نعیم شاکر والی اپیل میں سینئر ایڈووکیٹ مسٹر عابد حسن منٹو جو پاکستان کے معروف سوشلسٹ لیڈر ہیں اپیلانٹ کی جانب سے پیش ہوئے۔ مخلوط انتخابات کی حمایت میں منجملہ دیگر دلائل کے ان کی ایک گورنر جنرل پاکستان محمد علی جناح صاحب کی ۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء والی تقریر بھی تھی اور زیادہ زور اس پر دیا گیا تھا کہ آئین میں جداگانہ انتخاب کی ترمیم ایک فوجی آمر نے کی تھی اس لئے یہ ترمیم غیر موثر ہے۔ جہاں تک جداگانہ ترمیم کے بارے میں منٹو صاحب اور ان کے ہم خیال حضرات کے اعتراض کا تعلق ہے اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ اس ترمیم کی آئین میں منظوری اس وقت کی منتخب پارلیمنٹ نے دی تھی جس نے مارشل لاء اور اس کے بعد جمہوری دور کے غصب

شدہ بنیادی حقوق جو کئی برسوں سے معطل تھے انہیں از سر نو بحال کر دیا تھا۔ اس ترمیم کے بعد سال ۱۹۸۸ء اور سال ۱۹۹۰ء کے انتخابات اسی آئینی ترمیم کے مطابق ہوئے پھر موجودہ حکومت بھی اسی ترمیم شدہ آئین کی رو سے سال ۱۹۹۳ء میں جداگانہ انتخاب ہی کے ذریعہ منتخب ہو کر بر سر اقتدار آئی ہے اس لئے آئین کی اس پابندی سے انکار حکومت کا خود اپنے وجود سے انکار ہے اس سے بڑھ کر اس میں قانونی طور پر اپنے ناجائز ہونے کا اقرار بھی پوشیدہ ہے۔ فاضل اٹارنی جنرل کی جو وفاقی حکومت کے مشیر اعلیٰ بھی ہیں یہ آئینی ذمہ داری تھی کہ وہ حکومت وقت کو اس طرح کی سیاسی قلابازیوں سے باز رکھتے۔ ہاں اگر وہ اپنے پیش رو کی طرح اپنی پسند یا ناپسند کا اظہار کرتے تو اسے ان کی ذاتی رائے سمجھ کر شاید نظر انداز کر دیا جاتا۔

وفاقی حکومت کی انتخابی اصلاحات کا سب سے اہم پہلو مخلوط انتخاب اور اقلیتوں کو دوہرے ووٹ دینے کی منظوری ہے **دیگر اصلاحات** کے بارے میں سیاسی مبصرین اور معروف ماہرین قانون کے درمیان بحث جاری ہے۔ لیکن موجودہ جداگانہ انتخابی موقف کے بارے میں حکومت کے اہل کار اور معاونین آرٹیکل ۵۱ اور ۱۰۶ کی حق رائے دہندگی سے متعلق شقوں (CLANSES) کی غلط تاویلات سے عوام کے ذہنوں میں ابہام پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس لئے ہم نے کوشش کی کہ اس پہلو کا آئین کی روشنی میں ناقدانہ جائزہ لیا جائے تاکہ یہ ابہام باقی نہ رہے اور معاملہ کی اصلی حقیقت واضح ہو کر سامنے آجائے۔ آئین کے کسی آرٹیکل کی اگر توضیح مطلوب ہو تو آئین کی تعبیر اور تشریح کا یہ بنیادی اصول ہے کہ اس آرٹیکل کو یا اس کی کسی شق (CLANSE) کو سارے آئین کے فریم ورک میں پڑھا جائے۔ پھر آئین اور قانون بنانے والوں کے منشا اور مافی الضمیر کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے لئے پریا۔ مبل سے مدد لینا پڑے گی ورنہ ان کے بغیر جو تشریح بھی کی جائے وہ نامعتبر اور غیر معقول ہوگی۔ کسی آرٹیکل کو یا اس کی کسی شق کو آئین اور آرٹیکل کے مکمل متن سے علیحدہ کر کے دیکھنے کی کوشش بالکل اس طرح ہوگی جیسے کسی کے جسم سے دست و بازو علیحدہ کر کے اس علیحدہ شدہ ہاتھ کی صلاحیت کار کا اندازہ لگایا جائے یا چہرے سے آنکھیں نکال کر کسی چیز کو ان آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش کی جائے۔ ایسی کوشش آدمی اور آئین دونوں کا حلیہ بگاڑ دیتی ہے۔ حکومت اس کے حواریوں اور حاشیہ نشینوں نے یہاں بھی الیکشن سے متعلقہ دفعات کے بارے میں کچھ ایسی ہی صورت حال پیدا کر دی ہے۔ انہوں نے اس حقیقت کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے کہ پاکستان کوئی سیکولر ملک نہیں بلکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے اور کا آئین سیکولر آئین نہیں ہے۔ برصغیر ہند دو قومی نظریہ یعنی مسلمان اور غیر مسلم دو علیحدہ علیحدہ قوموں کی بنیادوں پر تقسیم ہوا اور یہ مملکت خداداد معرض وجود میں آئی جس کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے سال ۱۹۴۹ء میں قرارداد مقاصد منظور کی جسے ملک کے تمام دساتیر یعنی سال ۱۹۵۶ء کے پہلے دستور میں اس کے بعد سال ۱۹۶۲ء کے دستور میں بذریعہ ترمیم سال ۱۹۷۲ء کے عبوری دستور اور پھر سال ۱۹۷۳ء کے موجودہ دستور میں بطور پری ا۔ مبل شامل کیا گیا ہے سال ۱۹۸۵ء میں آئینی ترمیم کے بعد آرٹیکل ۲۔اے کے ذریعہ اسے دستور کا لازمی حصہ بنا دیا گیا۔ قرارداد مقاصد میں مسلمانوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کو نہایت واضح طور پر تعین کر دیا گیا ہے خود پیپلز پارٹی کے دور میں جبکہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم سربراہ حکومت تھے قادیانی اور لاہوری گروپ کو آئینی ترمیم کے ذریعہ مسلمان قومیت سے مکمل طور پر علیحدہ کر کے غیر مسلم قومیت میں شامل کر دیا گیا۔ جب مسٹر ظہیر الدین قادیانی نے آئین کے آرٹیکل ۲۰ جو آزادی مذہب سے متعلق ہے کا سہارا لے کر سپریم کورٹ میں ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی تو راقم الحروف نے فریق ثانی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے آرٹیکل ۲۔اے قرارداد مقاصد کے حوالہ سے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ قادیانی اور لاہوری جماعت غیر مسلم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے جداگانہ قوم ہیں اس لئے انہیں اسلامی تشخص اختیار کر کے خود کو مسلمان ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ سپریم کورٹ نے ہمارے اس موقف سے اتفاق کرتے ہوئے یہ قرار دیا کہ قرارداد مقاصد چونکہ قرآن و سنت کی بالادستی کا مظہر ہے اس لئے آئین کے تمام بنیادی حقوق کو بھی ان ہی حقوق سے ہم آہنگ ہونا پڑے گا جو قرآن و سنت نے انسانیت کو عطا کئے ہیں۔ بایں وجہ آئین اور قرارداد مقاصد کی رو سے قرآن و سنت کے احکام کے مطابق قادیانی غیر مسلم ہیں انہیں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے اور اسلامی شعائر استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ان وجوہات کی بنا پر ظہیر الدین قادیانی کی اپیل اکثریتی فیصلہ کی رو سے مسترد کی گئی۔ ملاحظہ ہو (1993SCNR1718)۔ اس طرح عدالت عظمیٰ نے قرآن و سنت کو ملک عزیز پاکستان کا بالاتر قانون تسلیم کرتے ہوئے غیر مسلموں کو مسلمانوں سے علیحدہ قوم قرار دیا ہے۔ سارے پیروان کفر بلاشبہ مسلمانوں سے ایک علیحدہ قوم ایک علیحدہ ملت ٹھہرے اس لئے ان دونوں کا علیحدہ وجود فی الحقیقت اور آئینی طور پر برقرار رہے گا اب تو جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ نے قادیانی اور لاہوری گروپ کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔ یہ بات دونوں قوموں کے مزاج اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ مسلمان ہندوستان میں ہندوؤں کے ساتھ ایک ہزار سال سے اکٹھے رہنے کے باوجود ہندو یا ہندوستانی قومیت میں ضم نہیں ہوئے کیونکہ ان کی قومیت کا انحصار نسل، رنگ، زبان یا جغرافیائی حدود پر اقوام مغرب یا دیگر اقوام مشرق کی طرح نہیں۔ اقبال نے اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہا تھا:

اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب پہ نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

(اقبال)

جو حضرات بانی پاکستان کی ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء والی ایک تقریر کو دو قومی نظریہ کے خلاف بطور دلیل پیش کرتے ہیں وہ اپنے ہی قائد اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کی رہنمائی میں دو قومی نظریہ کے لئے مسلمانانِ ہند کی مسلسل جدوجہد ساری جاں گسل محنتوں اور ناقابل بیان مصائب و آلام کو فراموش اور پھر پاکستان کے معرض وجود میں آجانے کے بعد ۱۱ اگست والی تقریر کے بعد دو قومی نظریہ اور شریعت اسلامیہ کے مطابق دستور سازی کے بارے میں بانی پاکستان کی سب تقاریر اور ان کے تمام فرمودات کو تجاہل عارفانہ کے ساتھ نظرانداز کر دینا چاہتے ہیں۔ یہی نہیں کہ ایسے حضرات تاریخی صداقتوں پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ اپنے ہی قائد اعظم کے مسلمانوں کے سامنے غیر مبہم اعلانات کو دوسرے معنی پہنا کر نادان دوست کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ہم یہاں ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد والی صرف ایک تقریر کا حوالہ دیں گے جو انہوں نے کراچی بار

ایسوسی ایشن سے سال ۱۹۴۸ء میں بحیثیت گورنر جنرل پاکستان خطاب کرتے ہوئے فرمائی تھی۔ ملک کے اس دانشور قانون داں طبقہ کی مجلس میں آپ نے واشگاف الفاظ میں اس پروپیگنڈے کو نہایت شرانگیز بتلایا جو پاکستان کے دستور کی تشکیل کے سلسلہ میں شرپسند عناصر کی طرف سے کیا جارہا تھا۔ انہوں نے فرمایا:

"عوام میں ایک طبقہ دانستہ طور پر شرارت پھیلا رہا ہے کہ پاکستان کا دستور شریعت اسلامیہ کی بنیادوں پر نہیں بنایا جائے گا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ایسی شرارت کیوں کر رہے ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے شریعت کے اصول ابدی ہیں اور ان کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ آج بھی وہ انسانی زندگی کے لئے اسی طرح قابل قبول ہیں جس طرح کہ آج سے تیرہ سو سال پیشتر تھے۔ میں اس گمراہ کن پروپیگنڈے کے زیر اثر لوگوں کو صاف طور پر بتلا دینا چاہتا ہوں کہ اس سے نہ تو مسلمانوں کو اور نہ ہی غیر مسلموں کو خوف زدہ ہونے کی ضرورت ہے۔" (پاکستان ٹائمز ۲۶ جنوری ۱۹۴۸ء)

اسی طرح بانی پاکستان نے اس خطاب میں شریعت اسلامیہ کو پاکستان میں بننے والے دستور کی اساس قرار دیا۔ اس وقت بھی ان کے ذہن میں مسلمان اور غیر مسلم قومیت کا علیحدہ اور جداگانہ تشخص واضح طور پر موجود تھا۔ جہاں تک ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء والی تقریر کا بار بار اس وقت حوالہ دیا جارہا ہے اس کو تاریخی پس منظر اور اس وقت کے حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو اس کا مفہوم وہ نہیں ہو سکتا جو دو قومی نظریہ کے مخالف بتلا رہے ہیں وہ تو اقلیتوں کے اس خوف کو دور کرنا چاہتے تھے کہ وہ پاکستان میں ہندوستان کی اقلیت کی طرح سیاسی اچھوت نہیں۔ جہاں اقلیتوں کا قتل عام ہو رہا ہے' جہاں ان کی جان و مال' عزت و آبرو کوئی چیز بھی محفوظ نہیں جبکہ پاکستان میں اقلیتوں کو وہ سارے شہری حقوق حاصل ہیں جو شریعت اسلامیہ انہیں دیتی ہے۔ وہ انہیں یقین دلانا چاہتے تھے کہ قانون کی نظر میں مسلمان اور غیر مسلم میں کوئی تفریق روا نہیں رکھی جائے گی۔ کیونکہ یہی اسلامی عدل و انصاف کا تقاضہ ہے۔ بانی پاکستان کے دست راست اور پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان مرحوم نے سال ۱۹۴۸ء میں راولپنڈی کے جلسہ عام میں یہ برملا اعلان کیا تھا "پاکستان کا آئندہ دستور قرآن حکیم کے احکامات پر بنایا جائے گا کیونکہ قائد اعظم اور ان کے رفقاء کی یہ دیرینہ خواہش رہی ہے کہ پاکستان کو ایک ایسی مضبوط اور مثالی اسلامی ریاست بنایا جائے جو اپنے شہریوں کو عدل و انصاف کی ضمانت دے۔" (پاکستان ٹائمز ۷ اپریل ۱۹۴۸ء)

ان ہی اصولوں کے پیش نظر قائد کے معتمد رفیق اور دیگر تمام رفقائے کار نے پہلی دستور ساز اسمبلی میں قرارداد مقاصد کو اسی لئے منظور کیا تھا کہ ان ہی خطوط پر آئین کی تشکیل کی جائے۔ اس لئے مسلم عوام اور مسلمان قائدین میں سے کسی نے اس قرارداد سے اختلاف نہیں کیا۔ آج بھی ہندوستان اس دو قومی نظریہ کو ختم کرنے کے لئے اپنے تمام وسائل بروئے کار لا رہا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۹۵۶ء کے آئین کی دفعہ ۱۴۵ کی رو سے مشرقی اور مغربی پاکستان کی اسمبلیوں کو یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ اپنے اپنے صوبوں کے لئے طرز انتخاب کا تعین کریں مغربی پاکستان (جو اس وقت موجودہ پاکستان ہے) کی اسمبلی نے اپنے لئے جداگانہ طرز انتخاب اور مشرقی پاکستان کی اسمبلی نے اپنے صوبہ کے لئے مخلوط حق انتخاب کو منظور کر لیا جس کے پس پردہ ہندو ذہن کار فرما تھا ۱۹۵۶ء کے آئین کو پاکستان کے پہلے فوجی آمر جنرل محمد ایوب خان نے منسوخ کر کے پاکستان کے شہریوں کے تمام بنیادی حقوق غصب کر لئے لیکن عوام کے دباؤ سے مجبور ہو کر اس نے پاکستان کو سال ۱۹۶۲ء میں صدارتی نظام کا آئین دیا۔ اور اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ ترکی کے کمال اتاترک کی طرح پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنا دیا جائے۔ چنانچہ اس نئے آئین میں قرارداد مقاصد کو بطور ریفرنس ابتدائیہ شامل نہیں کیا گیا اور وہ تمام اسلامی دفعات جو ۱۹۵۶ء کے آئین میں شامل ہیں ان کو اپنے نئے دستور میں کوئی جگہ نہیں دی۔ ملک عزیز جو اسلامی جمہوریہ پاکستان بن چکا تھا اس کے اور آئین کے ساتھ یہ احمقانہ سلوک کیا گیا کہ ان کے نام کے ساتھ "اسلامی جمہوریہ" کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہنے دیا فیلڈ مارشل نے دستور کا اسلام اور اسلامی معاشرہ کے اقدار حیات سے رشتہ منقطع کرنے کی حماقت کی تھی اس لئے اسلامیان پاکستان اس اسلام گریز پالیسی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تو ان کے غیظ و غضب کے ڈر سے ان تمام ناقابل قبول اقدامات کو واپس لینا پڑا مگر پھر بھی آمرانہ صدارتی نظام کو زندہ رکھنے کے لئے مخلوط طرز انتخاب کو برقرار رکھا گیا۔ اقتدار سے محرومی کے خوف سے شہری حقوق پھر بھی بحال نہیں کئے گئے۔ ایوب خاں کے خلاف جب ہر طرف سے شورش برپا ہوئی تو ۲۵ مارچ سال ۱۹۶۹ء کو صدارت سے مستعفی ہوتے ہوئے اقتدار ایک دوسرے فوجی جنرل یحییٰ خاں کے حوالہ کر دیا۔ جس نے سال ۱۹۶۲ء کے آئین کو منسوخ کر کے اس ملک بے آئین پر چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ اور خود ہی ملک کا صدر بھی بن بیٹھا۔ سیاسی دباؤ کے تحت اسے بھی لیگل فریم ورک آرڈر سال ۱۹۷۰ء کے ذریعہ مغربی اور مشرقی پاکستان کی اسمبلیوں کو بحال کرنا پڑا جس کے بعد اسی جنرل کی سربراہی میں مخلوط طرز انتخاب پر ڈائریکٹ الیکشن ہوئے۔ جس کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمن کی عوامی لیگ کو اور

مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کی پیپلز پارٹی کو بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل ہوئی پاکستان کے سیاسی رہنماؤں اور فوجی زعماء کی غلط پالیسی کے نتیجے میں مشرقی پاکستان کو ہندوستان کی فوجی طاقت کے ذریعہ پاکستان سے جدا کر کے بنگلہ دیش میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس پر بھارت کی پردھان منتری اندرا گاندھی نے اسی وقت دنیا کے سامنے اعلان کیا تھا کہ "آج ہم نے دو قومی نظریہ کو خلیج بنگال میں غرق کر دیا ہے۔" مسٹر نعیم شاکر کی دو قومی نظریہ کے خلاف اپیل میں ان کے کونسل مسٹر عابد حسین منٹو نے جناب جسٹس محمد رفیق تارڑ کے ریمارکس پر دوران بحث یہ تسلیم کیا تھا کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی ایک وجہ مخلوط انتخابات بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ مشرقی پاکستان کے اسلامی قومیت کے رشتہ کو منقطع کر کے بنگالی قومیت کی عصبیت کو ابھارنے کی وجہ سے مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہوا۔ لیکن افسوس کہ اتنے تلخ تجربہ اور ذلت آمیز شکست کے بعد بھی ہم نے اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد جنرل یحییٰ خان کو اقتدار مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی کے لیڈر ذوالفقار علی بھٹو کو منتقل کرنا پڑا۔ اس وقت ایک عجیب تضاد دنیا کے سامنے آیا کہ عوام کے ووٹوں سے منتخب ہونے والے لیڈر صدر پاکستان کے عہدہ کے ساتھ جنرل یحییٰ اور فیلڈ مارشل ایوب خاں کی طرح اس ملک کے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی بن گئے اور تمام فوجی اختیارات بھی انہوں نے سنبھال لئے۔ بھٹو صاحب نے سال ۱۹۷۲ء میں پاکستان کو عبوری آئین دیا۔ اسی دور میں ملک کے مستقل آئین کے لئے مسودہ دستور مرتب ہونا شروع ہوا۔ اظہار حقیقت کے طور پر یہاں یہ ذکر کرنا مناسب نہ ہوگا۔ کہ راقم الحروف نے اس وقت لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کی آئینی کمیٹی کی حیثیت سے قومی اسمبلی کے قائدین کو چند اہم آئینی تجاویز بھجوائیں۔ ان تجاویز میں سرفہرست یہ تجویز تھی کہ اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا جائے۔ قومی اسمبلی کی تمام دینی جماعتوں کے متفقہ مطالبہ پر سال ۱۹۷۳ء کے آئین میں آرٹیکل ۲ کے ذریعہ اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔ اس آرٹیکل ۲ کی رو سے ریاست کو جو مقننہ عدلیہ اور انتظامیہ پر مشتمل ہوتی ہے ------ اسلامی احکامات کا پابند کر دیا گیا ہے' اور اس آرٹیکل ۲۔اے کی موجودگی میں مسلمان اور غیر مسلم کسی صورت اور کسی طور پر بھی ایک قوم قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ پھر اسی آئین کے آرٹیکل ۲۲۷ کی رو سے حکومت تو کیا ساری مقننہ بھی کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی جو قرآن اور سنت کے خلاف ہو۔ اس لئے زیر بحث آرٹیکل ۵۱ اور ۱۰۶ کو آرٹیکل ۲ اور ۲۔اے اور آرٹیکل ۲۲۷ کے ساتھ آئین کے فریم ورک میں اور واضعان آئین کے منشاکی روشنی میں دیکھا جائے تو پھر جداگانہ انتخابات کے بارے میں کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ اگر انتخاب سے متعلقہ ان دونوں آرٹیکل کو مکمل متن کے ساتھ بھی پڑھا جائے تو یہ اشکال دور ہو جائے گا۔ آرٹیکل ۵۱ کی رو سے قومی اسمبلی کی ۲۰۷ نشستیں صرف مسلمانوں کے لئے مختص ہیں جس کی کسی سیٹ کے لئے کوئی غیر مسلم مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اسی آرٹیکل کی شق ۲۔اے کی رو سے قومی اسمبلی میں غیر مسلم اراکین کی رو سے مسلم امیدواروں کا انتخاب بھی مسلمان امیدواروں کے ساتھ ہی بہ یک وقت جداگانہ انتخاب کی صورت میں آزادانہ طور پر ڈائریکٹ الیکشن کے ذریعہ ہوگا۔ اسی طرح آرٹیکل ۱۰۶ کی رو سے صوبائی اسمبلیوں میں اقلیتوں کی آبادی کے تناسب سے ۲۳ علیحدہ نشستیں مقرر کر دی گئی ہیں جو جداگانہ انتخاب کے ذریعہ پر ہوں گی۔ غیر مسلم اقلیتوں کو جداگانہ حق انتخاب دے کر انہیں ان کی آبادی کے تناسب سے قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں ان کی نمائندگی کو آئینی تحفظ دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے شہری حقوق مسلمان اکثریت کے حقوق کے برابر اور ان کے مساوی ہو گئے ہیں جو انہیں آٹھویں ترمیم کے بعد ملے ہیں ورنہ مخلوط انتخاب ان کے لئے سراسر گھاٹے کا سودا ہے جس میں وہ اپنی آزادی کے تناسب کی نمائندگی سے محروم ہو جائیں گے۔ نعیم شاکر عیسائی ایڈووکیٹ نے سپریم کورٹ کی اپیل میں صرف مخلوط انتخاب کے ذریعہ صوبائی اسمبلی کی مسلم سیٹ سے الیکشن لڑنے کی درخواست کی ہے۔ اگر غیر مسلم اقلیتوں کے لئے جداگانہ طریق انتخاب کے ذریعہ نشستیں مختص نہ ہوتیں تو ان کا یہ مطالبہ کسی حد تک جائز ہو سکتا تھا۔ مگر نعیم شاکر یا کسی بھی غیر مسلم اقلیت نے دوہرے ووٹ کا سرے سے مطالبہ کیا ہی نہیں۔ حکومت کی اس فراخدلانہ پیش کش سے شبہ ہوتا ہے کہ۔

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

ورنہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں تو غیر مسلم اقلیتوں کو صرف چھ اور چاروں اسمبلیوں میں نو نشستیں دی گئیں تھیں جبکہ آٹھویں آئینی ترمیم کے ذریعہ قومی اسمبلی میں ان کو دس اور صوبائی اسمبلیوں میں ۲۳ نشستیں مل گئی ہیں۔ پہلے وہ اپنے نمائندے اسمبلیوں کے ذریعہ بالواسطہ منتخب کرتے تھے جبکہ ترمیم کے بعد وہ اپنے نمائندے اپنی آبادی کے تناسب سے براہ راست منتخب کر سکتے ہیں۔ موجودہ حکومت اور اس کے حواری آئین کی آٹھویں ترمیم کے سخت مخالف ہیں۔ اور اس کی ہمہ وقت مذمت میں لگے رہتے ہیں۔ آٹھویں ترمیم میں بعض چیزیں خاص طور سے جو عدلیہ سے متعلق ہیں وہ قابل اعتراض ہیں لیکن عجیب اور دلچسپ بات یہ ہے کہ عدلیہ کو اپنے زیر اثر رکھنے کی کوشش میں جو ترامیم خود جناب بھٹو اور ان کے بعد جنرل ضیاء الحق نے کی ہیں ان کا سب سے زیادہ استعمال اور ان سے اپنے لئے جس طرح زیادہ سے زیادہ فائدہ پیپلز پارٹی کی موجودہ حکومت نے بے پرواہ کئے بغیر اٹھایا ہے کہ اس کی وجہ سے عدلیہ کے وقار کو کتنی ٹھیس لگے گی۔ اس کے پیش رو بھی نہ اٹھا سکے۔ اگر آٹھویں ترمیم ایسی ہی لائق مذمت ہے تو پھر دیانت اور شرافت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ اس کے استعمال سے اجتناب کرتی کیونکہ انہیں استعمال کرنا یا نہ کرنا اس کے اپنے اختیار میں تھا۔

دنیا کی کسی جمہوریت میں ایک فرد کو بہ یک وقت ایک ہی اسمبلی کے لئے دو ووٹ دینے کا کہیں بھی حق نہیں دیا گیا۔ لیکن یہاں طرفہ تماشہ یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی کے اسپیکر جناب حنیف رامے اور وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات جناب خالد احمد کھرل نے دوہرے ووٹ کے حق میں آزاد کشمیریوں کے حق رائے دہی کو بطور دلیل پیش کیا

ہے کہ آزاد کشمیر کے علاوہ پاکستان میں بھی اپنا ووٹ ڈال سکتے ہیں اس منطق پر ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے۔ حنیف رامے صاحب سوشلزم کی شکست وریخت کے بعد ریاست اور سیاست کے معاملات کو سیکولرزم کے محدب شیشوں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن وزیر اطلاعات کو کیا یہ خبر بھی نہیں کہ آزاد کشمیر آئینی اور قانونی طور پر ایک علیحدہ ریاست ہے مگر وہ نہ اپنی ریاست کی اسمبلی میں اور نہ پاکستان کی ایک اسمبلی میں دو ووٹ دینے کے حق دار ہیں۔ ریاست کی اسمبلی میں بھی وہ اپنا ایک ووٹ جداگانہ طریق انتخاب کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ کیا وزیر موصوف اور ان کی حکومت کو یہ بھی نہیں معلوم کہ دو قومی نظریہ سے انکار کی وجہ سے کشمیر کا کیس اقوام متحدہ اور ساری دنیا کے سامنے کمزور ہو جائے گا۔

مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں نے پاکستان سے الحاق کے لئے کیوں سر دھڑ کی بازی لگائی ہوئی ہے؟ شب و روز قتل و غارت گری، سفاکانہ نسل کشی اور جنسی بربریت کی اذیت ناک مصیبتوں کو من الحیث القوم کیوں برداشت کر رہے ہیں؟ ان کی قومیت تو پاکستانی نہیں ہے۔ اگر پاکستان بن جانے کے بعد ہندو، مسلمان اور تمام غیر مسلم اقلیتیں یہاں ایک قوم بن چکے ہیں تو اس طرح کی قومیت تو انہیں ہندوستان اور مقبوضہ کشمیر میں بھی حاصل ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ہندوستانی قومیت میں ضم نہیں ہونا چاہتے؟ وہ صرف اسلامی قومیت کے ناطے اپنی ہی قوم اسلامی برادری میں شامل ہونے کے لئے اپنی جان و مال، ماں باپ بچوں اور بچیوں اور عزت و ناموس سب کچھ قربان کر رہے ہیں۔ مگر ہم یہاں رات دن رقص و سرود، راگ و رنگ کی مخلوط محفلیں سجائے فحاشی اور عریانی کی تمام حدود کو پھلانگ رہے ہیں اور ہندو کلچر کو اپنا رہے ہیں جس پر اندرا کی بہو سونیا گاندھی نے بھارت سے یہاں کے باسیوں کو مبارک باد کا پیغام بھیجا ہے کہ اب بھارت کو جو ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور میزائیلوں کی طاقت سے مسلح ہے، پاکستان کے خلاف کسی فوجی طاقت کے استعمال کی ضرورت ہی باقی نہیں ہے کیونکہ ثقافتی یلغار سے وہ نظریاتی سرحدوں کو پار کرتے جا رہے ہیں۔ بھارتی نیتاؤں کی دلی خواہش ہے کہ یہاں کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں رقص بدن کے پیچ و خم میں مست رہیں جس کا مظاہرہ ہمارے کرکٹ کے کھلاڑیوں نے بھارتی لڑکیوں کے ساتھ برسر عام رقص کر کے دکھلا دیا ہے۔ وہ یہی چاہتے ہیں کہ یہاں کی نوجوان نسل میلوں ٹھیلوں میں ناچتے گاتے زندگی گزار دے تاکہ وہ سائنس اور ٹکنالوجی اور مسابقت کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں۔ ایسی پسماندہ ذہنیت رکھنے والی قوم کھیل کے میدان میں بھی دشمن سے ہار جاتی ہے۔ دونوں طرف ہندوستان اور پاکستان کے سیکولر دانش ور یورپ اور ہندو کلچر کے فروغ کے لئے تمام ذرائع ابلاغ سے پوری طرح کام لے رہے ہیں اور یہ باور کرانے کے لئے پورا زور لگا رہے ہیں کہ نہ صرف ہندوستان اور پاکستان کا کلچر ایک ہے بلکہ دونوں کا سیکولر ذہن ہے۔ جہاں تک موجودہ گورنمنٹ کا تعلق ہے وہ بھی دین اور مذہب کو ہر شخص کا پرائیویٹ معاملہ سمجھتی ہے جس کا ریاست سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں۔ ہمارے ان حالات کو دیکھ کر اندیشہ ہے کہ کہیں ہمارے کشمیری مسلمان بھائی ہم سے مایوس نہ ہو جائیں کیونکہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں اسلامی ثقافت کی جگہ یورپی اور ہندو کلچر نے لے لی ہے۔ یہاں پر نظریاتی سرحدیں منہدم ہوتی جا رہی ہیں۔ پاکستان کے بانی اور قائدین کے ملت اسلامیہ سے کئے ہوئے مواعید کو بھلا دیا گیا ہے۔ وطن، جغرافیہ، زبان اور نسل سے قومیت کے تانے بانے بنے جا رہے ہیں جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے کہا تھا "قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے" اس لئے ضروری ہے کہ اسلامی قومیت کو زندہ رکھا جائے ورنہ پھر اس ملک کے معرض وجود میں آنے اور بحیثیت ایک علیحدہ مملکت قائم رہنے کے لئے کوئی وجہ جواز باقی نہیں رہتا۔ اور اندیشہ ہے کہ خدانخواستہ کہیں اس ملک کی شہ رگ ہی نہ کٹ جائے جس میں کشمیر کے شہیدوں اور غازیوں کا گرم خون دوڑ رہا ہے۔

دوہرے ووٹ کے بارے میں حرف آخر کے طور پر یہ عرض کروں گا کہ اس کے ناقدین کے خیال میں اس کی وجہ سے غیر مسلم اقلیت کے مقابلہ میں مسلمان اکثریت کی حیثیت آدھے شہری کی ہو جائے گی۔

یہ بات بھی کچھ ایسی غلط نہیں لیکن میں اقلیتوں کے دوہرے حق رائے دہی کو ان کے حق میں زیادتی اور ناانصافی سمجھتا ہوں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ان کو مسلم نشستوں کے لئے صرف حق رائے دہی دیا جائے اور اپنے لئے ان سے ووٹ حاصل کئے جائیں لیکن ان نشستوں سے انہیں انتخاب لڑنے کا حق حاصل نہ ہو۔ اس طرح ان کی حیثیت سیاسی مزارعوں کی ہو کر رہ جائے گی۔ جاگیردارانہ نظام کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ اس میں کسان اور ہاری کا بیٹا ہاری اور کسان ہی رہتا ہے۔ چاہے وہ جتنی بھی ترقی کر جائے الیکشن میں وہ صرف وڈیروں، جاگیرداروں اور زمینداروں کو ووٹ دینے کے لئے پیدا ہوا ہے اور بس۔

محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

معرکۂ لاہور و قادیان

مرزا غلام احمد قادیانی اور مسٹر محمد علی کے نظریات کا تقابلی جائزہ

مرزائیوں کے لاہوری فرقہ کے امام جناب مسٹر محمد علی صاحب ایم۔ اے اپنی مشہور تفسیر "بیان القرآن" میں آیت کریمہ **فاختلف الاحزاب من بینھم** کے تحت لکھتے ہیں:

"احزاب یا فرقوں سے مراد عیسائیت کے مختلف فرقے ہیں۔ ان کے باہمی اختلافات حضرت عیسیٰ کے بارہ میں بہت ہیں اور ہر ایک عقیدہ باطلہ کا یہی حال ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے فرقوں اور عیسائیوں کے فرقوں میں کتنا فرق ہے کہ وہ سب فرقے حتیٰ کہ سنی اور شیعہ بھی رسول اللہ صلعم کے متعلق کوئی اختلاف ایسا نہیں رکھتے کہ آپ کا مرتبہ کیا تھا اور ان میں اصولی اختلاف کوئی نہیں مگر عیسائیوں کے تمام فرقوں میں ایک دوسرے سے اصولی اختلاف ہے اور کوئی دو فرقے اس پر اتفاق نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ کیا ہیں اور ان لمبی بحثوں سے دفتروں کے دفتر سیاہ ہوئے ہیں"۔ (صفحہ ۳۷۹' ج ۲' ص ۸۶۰' ج ۲)

عیسائیت کے اصولی اختلاف کا جو بھیانک نقشہ مسٹر محمد علی نے کھینچا ہے' ٹھیک یہی حال مرزائیت کا (یا صحیح لفظوں میں جدید عیسائیت کا) ہوا۔ مرزائیت کی فرقوں میں بٹی اور بقول مسٹر محمد علی "ان نئے عیسائیوں کے تمام فرقوں میں ایک دوسرے سے اصولی اختلاف ہے' اور کوئی دو فرقے بھی اس پر اتفاق نہیں کرتے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کیا ہیں اور ان لمبی بحثوں سے دفتروں کے دفتر سیاہ ہوئے ہیں"۔

لطف یہ کہ مرزائیوں کا یہ "اصولی اختلاف" خود مرزا غلام احمد آنجہانی کی زندگی میں رونما ہوچکا تھا۔ ایک مرزائی اگر **لا نفرق بین احد من رسلہ** کی آیت پڑھ کر مرزا آنجہانی کی نبوت کا اعلان برسر منبر کرتا تو دوسرا مرزائی اس کا گریبان پکڑ لیتا۔

دراصل مرزائیت کے اس "اصولی اختلاف کی ذمہ داری مرزائیوں سے زیادہ مرزا آنجہانی پر عائد ہوتی ہے' موصوف نے موقعہ محل سے فائدہ اٹھا کر اتنے متناقض دعوے کر ڈالے کہ مرزا کی اصل حیثیت خود اس کی امت پر مشتبہ ہو کر رہ گئی اور ان کے لیے مرزا کے تمام متخالف اقوال اور دعوؤں کے ساتھ لے کر چلنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہوگیا۔ بالآخر مرزا محمود صاحب نے اس تناقض سے عہدہ برآ ہونے کی یہ ترکیب نکالی کہ اپنے ابا کی ۱۹۰۱ یا ۱۹۰۲ سے قبل کی تمام تصریحات کو بیک جنبش قلم منسوخ کر ڈالا اور کھل کر اعلان کر دیا کہ "حضرت صاحب کی ۱۹۰۱ یا ۱۹۰۲ سے قبل کی عبارتیں منسوخ ہیں' اور ان سے حجت پکڑنا غلط ہے"۔ (حقیقۃ النبوۃ ص ۵۵)

ادھر لاہوری پارٹی کے امیر جناب مسٹر محمد علی نے تاویل کے ڈنڈے سے مرزا آنجہانی کے متناقض دعاوی کے جن کو عدالت کی بوتل میں بند کرنا چاہا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ مرزا آنجہانی پر ایسی شدید تنقیدیں کر گئے کہ مرزائی نبوت خود مرزائیوں کے نزدیک ایک گالی بن کر رہ گئی۔ ذیل میں مرزا غلام احمد قادیانی کے نظریات اور ان پر مسٹر محمد علی لاہوری کی تنقیدات کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے' جو دلچسپ بھی ہے اور عبرت آموز بھی۔ تمام مرزائیوں سے' بالخصوص لاہوریوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس آئینے میں مرزائی نبوت کا چہرہ دیکھ کر فیصلہ کریں کیا دنیا میں کوئی ایسا نبی یا مامور من اللہ ہوا ہے' جس کو خود اس کی امت نے جرح و تنقید کا ایسا نشانہ بنایا ہو۔

۱۔ نبوت اور پیشگوئیاں

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

"اسلام کی رو سے جیسا کہ پہلے زمانہ میں خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے مکالمہ مخاطبہ کرتا تھا' اب بھی کرتا ہے اور ہم میں اور ہمارے مخالف مسلمانوں میں صرف لفظی نزاع ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے ان کلمات کو' جو نبوت یعنی پیش گوئیوں پر مشتمل ہوں' نبوت کے اسم سے موسوم کرتے ہیں اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں' یعنی اس قدر کہ اس کے زمانہ میں اس کی کوئی نظیر نہ ہو' اس کا نام ہم نبی رکھتے ہیں۔ کیونکہ نبی اس کو کہتے ہیں' جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے' مگر ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو' جو بکثرت پیش گوئیوں پر مشتمل ہوں' نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے۔ حالانکہ نبوت صرف آئندہ کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی الہام ہو"۔

("چشمہ معرفت" ص ۱۸۰ – ۱۸۱ "روحانی خزائن" ص ۱۸۸-۱۸۹' ج ۲۳)

مرزا غلام احمد صاحب کی اس عبارت سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک نبوت کی تعریف ہے: "خدا سے خبر پا کر پیشگوئیاں کرنا اور آئندہ کی خبریں دینا" اور "جو شخص بذریعہ الہام بکثرت پیشگوئیاں کرتا ہو' اس کو نبی کہتے ہیں" اب اس پر مسٹر محمد علی لاہوری کا تبصرہ سنئے۔ فرماتے ہیں:

"مبشرات (پیشگوئیوں) کو عین نبوت قرار دینے میں میاں صاحب نے ایک ایسا اصول باطل باندھا ہے' جس کے لیے نہ صرف ان کے ہاتھ میں کوئی سند ہی نہیں' بلکہ جس میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

مخالفت ہے۔ صحیح احادیث کی مخالفت ہے' اکابر اہل سنت کی مخالفت ہے"۔

"پیش گوئیاں محض اس غرض کے لیے ہیں کہ مامور کی صداقت کا یقین آ جائے' ورنہ پیش گوئی نبوت کی اصل غرض نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں نہیں فرمایا کہ سلسلہ انبیاء کو قائم کرنے کی غرض یہ ہے کہ کسی قوم کو بتا دیا جائے کہ وہ بڑی ہو جائے گی اور کسی کو کہہ دیا جائے کہ وہ ہلاک ہوگی۔ اگر یہی نبوت کی چیز ہے تو پھر نبوت کی غرض و غایت اور اس کا مقصود ایک نہایت حقیر سی بات رہ جاتی ہے اور سلسلہ انبیاء کی عظمت ہی دنیا سے مفقود ہو جاتی ہے"۔

"مبشرات کو عین نبوت قرار دینا دین کو محض ایک کھیل بنانا ہے"۔

"جو شخص پیش گوئیوں کو' تبشیر و انذار کو' مبشرات کو عین نبوت قرار دیتا ہے' وہ اصل مقصد نبوت سے بہت دور پڑا ہوا ہے۔ یہی مذہب تمام امت کا رہا ہے' جس کا جی چاہے کتابوں میں پڑھ لے"۔

("النبوۃ فی الاسلام" ص ۱۴۲-۱۴۳)

نتیجہ: مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں کہ "نبوت پیش گوئیوں کو کہتے ہیں" اور مسٹر محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ "یہ اصول باطل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہے' (۳) احادیث صحیحہ کے مخالف ہے' (۴) اکابر اہل سنت کے مخالف ہے' (۵) اس سے سلسلہ نبوت کی توہین ہوتی ہے' (۶) دین ایک کھیل بن جاتا ہے' (۷) اور یہ مقصد و مقام نبوت سے بہت دور ہونے کی علامت ہے"۔

۲- نبوت کی تعریف کثرت مکالمہ ومخاطبہ: مرزا غلام احمد قادیانی صاحب:

الف: جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں' وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے۔۔۔ اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے' سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں"۔

(مرزا صاحب کا خط بنام اخبار عام' مندرجہ "ضمیمہ النبوۃ فی الاسلام" ص ۲۴۳)

ب: "نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو"

("ضمیمہ براہین احمدیہ" ص ۱۳۸)

ج: "ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے **لکل ان یصطلح** سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے یعنی ایسے مکالمات' جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہیں"۔ ("چشمہ معرفت" ص ۳۲۵)

د: "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ دراصل یہ نزاع لفظی ہے۔ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ و مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بڑھ کر ہو اور اس میں پیش گوئیاں بھی کثرت سے ہوں' اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے' پس ہم نبی ہیں" ("بدر" ۵ مارچ ۱۹۰۸ء' "ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ" ص ۲۷۲)

مسٹر محمد علی صاحب:

"کثرت مکالمہ و مخاطبہ بھی کثرت نشانات کی طرح معیار نبوت نہیں۔ ایک شخص پہلی ہی وحی پر' اگر وہ وحی نبوت ہے' نبی ہو جاتا ہے۔ ایک کو مدۃ العمر الہام ہوتے رہیں' وہ اس سے نبی نہیں بن سکتا۔ بلکہ کثرت الہامات سے مامور بھی نہیں بن جاتا۔ یہ نظارہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کو کثرت سے الہامات ہوتے رہتے ہیں۔ نہ وہ مجدد ہوتے ہیں نہ نبی۔ بلکہ بعض تو کمال کے کسی بھی اعلیٰ درجہ پر پہنچے ہوئے نہیں ہوتے۔ حدیث میں آگیا ہے کہ اس امت میں ایسے بہت سے لوگ ہوں گے' جن کے ساتھ کلام الٰہی ہوتی رہے گی۔ یہ نہیں کہ ایک دو کلمے ان کو بطور وحی کے مل جائیں گے اور پھر ساری عمر وہ محروم رہیں گے۔ کلام الٰہی تو ایک دروازہ ہے۔ جب کھلتا ہے تو پھر اسے بند کرنے والا کون ہے۔ پس (حدیث نبوی) **یکلمون من غیران یکونوا انبیاء** اس بات پر شاہد ہے کہ غیر نبی کو بھی کثرت مکالمہ ہو سکتی ہے"۔

"بہرحال میں کہتا ہوں کہ یہ تو صحیح حدیث میں آگیا ہے کہ ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہیں ہوں گے مگر ان کے ساتھ مکالمہ الٰہیہ ہوگا۔ اب یہ کس حدیث سے نکالیں کہ تھوڑا مکالمہ ہوگا تو وہ محدث کہلائیں گے اور اگر زیادہ مکالمہ ہوگا تو وہ نبی بن جائیں گے؟ آخر مذہب کسی کے اباجان کا متروکہ مکان تو نہیں کہ جو چاہا' اس میں تغیر کر دیا۔ جس دیوار اور دروازہ کو چاہا' گرا دیا۔ جس کو چاہا قائم رکھا اور جہاں چاہا کوئی نیا کمرہ بنا دیا۔ مذہب کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے۔ پھر قرآن و حدیث کی کون سی سند ہے جس کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ کثرت مکالمہ والا نبی ہو جاتا ہے" ("النبوۃ فی الاسلام" ص ۱۷۰-۱۷۱)

نتیجہ: مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ "کثرت مکالمہ مخاطبہ کا نام نبوت ہے اور چونکہ یہ تعریف مجھ پر صادق آتی ہے' اس لیے خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے اور میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں"۔ مسٹر محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ "اس سے تو آپ مامور اور مجدد بھی نہیں بن سکتے چہ جائیکہ ---- چشم بد دور ---- آپ نبی بن جائیں"۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ "خدا کی اصطلاح میں کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام نبوت ہے"۔

مسٹر محمد علی فرماتے ہیں کہ "دین آپ کے اباجان کا متروکہ مکان نہیں کہ آپ جیسی چاہیں اس میں ترمیم کرتے پھریں"۔ آخر آپ کے اس دعوے پر کہ "کثرت مکالمہ والا نبی ہو جاتا ہے" قرآن و حدیث کی کون سی سند ہے؟ اگر ہے تو

پیش کیجئے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

۳۔ خاتم النبیین کی تفسیر

الف: مرزا غلام احمد قادیانی:

ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین..... آپؐ نبیوں کے لیے مہر ٹھہرائے گئے ہیں۔ یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپؐ کی پیروی کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا"۔(ملفوظات مرزا غلام احمد" ص)

مسٹر محمد علی ایم۔اے:

"انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا خاتم یا خاتم صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ یعنی ان میں سے آخری ہونا' پس نبیوں کے خاتم کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں"۔

("بیان القرآن'" مسٹر محمد علی' ص۱۱۵۵' ج۳)

نتیجہ: مرزا آنجہانی کہتے ہیں "خاتم النبیین کے معنی "نبیوں کی مہر"۔ ایم۔اے صاحب فرماتے ہیں کہ "خاتم النبیین کے معنی "نبیوں کی مہر" نہیں بلکہ آخری نبی ہیں"۔

ب: مرزا غلام احمد قادیانی:

"روحانی نبوت اور فیض کا سلسلہ آپؐ کے بعد بھی جاری رہے گا اور وہ آپؐ میں سے ہو کر جاری رہے گا' نہ الگ طور سے---- وہ نبوت چل سکے گی جس پر آپؐ کی مہر ہوگی۔ ورنہ اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جائے تو نعوذ باللہ اس سے تو انقطاع فیض لازم آتا ہے اور اس میں تو نحوست ہے اور نبی کی ہتک شان ہوتی ہے"۔

("ملفوظات'" ص۳۲۳' ج۵)

مسٹر محمد علی ایم۔اے:

"..... اور دس حدیثوں میں ہے لانبی بعدی یعنی "میرے بعد کوئی نبی نہیں" اور ایسی حدیثیں جن میں آپ کو آخری نبی کہا گیا ہے' چھ ہیں۔ اس قدر زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا آنحضرت صلعم کے آخری نبی ہونے سے انکار کرنا بینات اور اصول دینی سے انکار ہے۔

("بیان القرآن" ص۱۱۵۸' ج۳)

نتیجہ: مرزا آنجہانی کہتے ہیں کہ "نبوت کا دروازہ بند نہیں' بلکہ "آپؐ کی مہر" سے نبوت چلتی ہے"۔ ایم۔اے صاحب فرماتے ہیں کہ "یہ احادیث متواترہ کی شہادت کے خلاف ہے۔ اور یہ اصول دینی کا انکار ہے"۔ (یاد رہے کہ اصول دینی کا انکار کفر ہے)

ج: مرزا غلام احمد قادیانی:

۱۔ "نبوت' جو اللہ تعالیٰ نے اب قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حرام کی ہے..... اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے سوائے اب کوئی نبوت نہیں چل سکے گی"۔

("ملفوظات" ص۳۲۳' ج۵)

۲۔ "ایک چراغ اگر ایسا ہو' جس سے کوئی دوسرا چراغ روشن نہ ہو تو وہ قابل تعریف نہیں' مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم ایسا نور مانتے ہیں کہ آپ سے دوسرے روشنی پاتے ہیں.... اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کی آیت میں فرمایا ہے کہ.... آپؐ خاتم ہیں۔ آپ کی مہر سے نبوت کا سلسلہ چلتا ہے"

("ملفوظات'" ص۲۹' ج۳)

مسٹر محمد علی ایم۔اے

"اگر خاتم النبیین کے معنی یہی ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مہر سے اپنے جیسے نبی بنا سکتے ہیں تو سب سے پہلے اس لفاظی کو چھوڑ کر اگر ہم واقعات کی دنیا کی طرف جائیں گے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بڑھانے بڑھاتے درحقیقت ان کو---- معاذ اللہ--- نہایت ہی ناقابل استاد ثابت کریں گے' کیونکہ پھر ہم غور کریں گے کہ آخر کتنے نبی تیرہ سو سال میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مہر سے بنائے؟ بس لے دے کر ایک ہی (مرزا غلام آنجہانی-------؟) اور وہ بھی ایسا جو آخر دم تک یہی کہتا رہا کہ میری نبوت مجازی ہے اور کم از کم پندرہ سال تک کھلا اور صاف انکار اپنا نبوت کا کرتا رہا' بلکہ آنحضرتؐ کے بعد مدعی نبوت کو کذاب اور مفتری اور دائرہ اسلام سے خارج کہتا رہا"

("النبوۃ فی الاسلام'" طبع اول' ص۴۲)

نتیجہ: مرزا آنجہانی کہتے ہیں کہ "چراغ سے چراغ جلتا ہے اور آپؐ کی مہر سے سلسلہ نبوت چلتا ہے---" ایم۔اے صاحب فرماتے ہیں کہ اس لفاظی کو چھوڑیے۔ ذرا واقعات کی دنیا میں نکل کر یہ تو بتایئے کہ تیرہ صدیوں میں آپؐ کی مہر نے کتنے نبی بنائے؟ بس لے دے کر ایک آنجناب کی ذات شریفہ؟--- اور وہ بھی---- چشم بددور---- ایسا بہادر کہ پندرہ بیس سال تک تو اپنی نبوت کا کھلا کھلا انکار ہی کرتا رہا۔ بالآخر مریدوں کی استعداد دیکھ کر نبوت کا اعلان بھی کیا تو کیا؟ آخر دم تک ظل و مجاز کے شیش محل سے باہر قدم رکھنے کی آنجناب کو جرأت نہ ہوئی۔ بس اسی لفاظی سے دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈالی جا رہی ہے؟

د: مرزا غلام آنجہانی:

۱۔ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا' یعنی آپؐ کو افاضہ کمال کے لیے مہر دی' جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپؐ کی توجہ روحانی "نبی تراش" ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی"۔ ("حقیقۃ الوحی" ص۹۷)

۲۔ اور اس کی امت کے لیے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے اور کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے"۔ ("حقیقۃ الوحی" ص۲۸)

باقی آئندہ

محمد الیاس برنیؒ

قادیانی تحریریں
اور شہادتیں

قادیانی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں

(ط) ترکی

(۳۵) ترک

ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ مذہباً ہمارا ترکوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم اپنے مذہبی نقطہ خیال سے اس امر کے پابند ہیں کہ اس شخص کو اپنا مذہبی پیشوا سمجھیں جو حضرت مسیح موعود کا جانشین ہو اور دنیاوی لحاظ سے اسی کو اپنا سلطان و بادشاہ یقین کریں جس کی حکومت کے نیچے ہم رہتے ہوں۔ پس ہمارے خلیفہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے خلیفہ ثانی ہیں اور ہمارے سلطان اور بادشاہ حضور ملک معظم۔

(قادیانی جماعت کا ایڈریس' بخدمت سر ایڈورڈ میکلیگن لیفٹیننٹ گورنر پنجاب' مندرجہ اخبار "الفضل" قادیان جلد ۷' نمبر ۴۸' مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۹ء)

(۳۶) سلطان اور خلیفہ

حضرت خلیفۃ المسیح (میاں محمود احمد صاحب) ایدہ اللہ نے اپنے مضمون معاہدہ ترکی میں جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

جماعت احمدیہ کے نزدیک ہمارے سلطان ملک معظم جارج خامس فرماں روائے حکومت برطانیہ ہیں اور خلیفہ وقت حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا صحیح جانشین یعنی یہ عاجز (میاں محمود احمد صاحب) مگر باوجود اس کے جماعت احمدیہ اس وقت جب کہ برطانیہ کے مفاد اور اس کی عزت کے خلاف کوئی امر نہ ہو ترکوں کی سلطنت سے ہر طرح ہمدردی رکھتی ہے۔

اس پر کورمغز ایڈیٹر "پیغام صلح" نے جو در افشانی کی ہے' وہ حسب ذیل ہے۔

"کوئی سمجھے خلافت ان کے (میاں محمود احمد صاحب کے) نام عرش معلی پر رجسٹرڈ ہو چکی ہے کہ اب ان کے مقابل کوئی کسی قسم کا بھی خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں"۔

"آپ (میاں محمود احمد صاحب) کی محولہ بالا عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سلطان المعظم جارج پنجم کی خلافت کے قائل ہیں اور اسی لیے آپ کے سلطنت برطانیہ کے مفاد اور اس کی عزت کو ترکوں کے مفاد اور ان کی عزت پر مقدم رکھا ہے اور اس پر حاشیہ چڑھایا ہے۔ تف ہے ایسی مسلمانی اور بے غیرتی پر۔

(اخبار "پیغام صلح" لاہور' اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۸' نمبر ۵' ص ۳' مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۲۰ء)

(۳۷) سلطان ترکی

اخبار "لیڈر" الہ آباد' مجریہ ۲۱ جنوری ۱۹۲۰ء میں خلافت کانفرنس کا ایڈریس بخدمت جناب وائسرائے شائع کیا گیا ہے۔ فہرست دستخط کنندگان میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نام سے پہلے کسی شخص مولوی محمد علی قادیانی کا نام درج ہے۔ مولوی محمد علی کے نام کے ساتھ قادیانی کا لفظ محض لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے لکھا گیا ہے۔ ورنہ قادیان یا قادیان سے کوئی تعلق رکھنے والا احمدی نہیں ہے جو سلطان ترکی کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کرتا ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری سرگروہ غیر مبائع ہیں لیکن وہ لفظ قادیانی کے ساتھ لکھنے کے ہرگز مستحق نہیں ہیں۔ نہ اس لیے کہ وہ قادیان کے باشندے ہیں اور نہ اس لیے کہ وہ مرکز قادیان سے تعلق رکھتے ہیں۔

اگر ان کے عقیدہ کے مطابق سلطان ترکی خلیفۃ المسلمین ہے تو اس عقیدہ کو ظاہر کرنے کے لیے قادیان کی آڑ کیوں لیتے ہیں۔ لہٰذا بذریعہ اس اعلان کے پبلک کو مطلع کیا جاتا ہے کہ قادیان سے تعلق رکھنے والے کسی احمدی کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ سلطان ترکی خلیفۃ المسلمین ہے۔

(صیغہ امور عامہ قادیان کا اعلان' مندرجہ اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۷' نمبر ۶۱' مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۲۰ء)

(۳۸) قادیانی خلافت

ہمارے نزدیک اگر ترکوں کے بادشاہ خلیفہ تھے بھی تو جس وقت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے مامور کیا' اسی وقت سے ان کی خلافت باطل ہو گئی۔ جب کوئی انسان مامور ہو کر آئے تو پھر وہی خلیفہ ہوتا ہے کہ کوئی اور۔ اس کی خلافت کے مقابلہ میں اور کسی انسان کی خلافت نہیں چل سکتی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کے بعد خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو آپ کے پیروؤں میں سے ہو اور دوسرے مسیح موعود کی آمد کے ساتھ ہی خلافت کے طریق میں بھی فرق آ گیا کیونکہ مسیح موعود صرف روحانی خلیفہ تھا' بادشاہ نہ تھا۔ پس اس کے خلفاء کا بھی وہی رنگ ہوگا' جو اس کا رنگ تھا۔

(اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۲' نمبر ۶۹' ص ۳' مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۱۴ء)

(۳۹) مٹنے دو

ان حالات کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ آل عثمان کی سلطنت زندہ یا زندہ رہنے کے قابل ہے۔ پس یہ سمجھنا غلطی ہے کہ ہم ترکوں کے دشمن ہیں۔ ہم جو کچھ لکھتے ہیں واقعات کی بنا پر اور مسلمانوں کی ہمدردی کے لیے لکھتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ موجودہ ترکی حکومت اسلام کے لیے مفید ثابت ہونے کی بجائے مضر ثابت ہوئی ہے۔ اگر وہ اپنی بداعمالی اور بدکرداری کے باعث مٹتی ہے تو مٹنے دو اور یاد رکھو کہ ترک اسلام

نہیں۔ اسلام وہ طاقت ہے جس نے فاتح ترک کو مغلوب کیا تھا اور اب بھی تاریخ اپنا اعادہ کر سکتی ہے مگر اس کے لیے اندرونی حالت میں تغیر ضروری ہے۔

(اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۲' نمبر ۱۱۷' ص ۲' مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۱۵ء)

(۴۰) قادیانی خواہش

بہرحال واقعات اب بتلاتے ہیں کہ (ترکان) آل عثمان کا ستارہ اقبال اب غروب ہونے کے قریب ہے۔ اسلامیوں پر اب کوئی نیا تغیر آنے والا ہے......

ہماری خواہش ہے کہ اگر بہادر عثمانی (ترک) ایا صوفیہ کی متبرک عبادت گاہ ایوب انصاری کی قابل احترام زمین خوابگاہ یا اسلامی آثار قدیمہ کی حفاظت سے دست بردار ہونے پر مجبور ہو تو پھر یہ منصب برطانیہ کے حریت پسند صداقت شعار فرزندوں کے ہاتھ آئے اور خدا کرے وہ دین میں بھی ترک سے ایک قدم بڑھ کر اسلام کے خادم ہو جاویں اور قسطنطنیہ پھر بھی اسلام بول ہی رہے۔

(اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۲' نمبر ۱۱۳' ص ۳' مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۱۵ء)

(۴۱) قادیانی رضامندی

تازہ آمدہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ روسی برابر ترکی علاقہ میں گھستے جاتے ہیں اور ترک برابر شکست کھا رہے ہیں۔ چاروں طرف سے مسلمان ان کے خلاف نفرت کے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں اور ترکوں کی بداعمالی اور دین سے بے توجہی آج ان کے لیے وبال جان ہو رہی ہے۔

انگلستان کے وزیراعظم مسٹر اسکوتھ نے ایک تقریر کے دوران میں صاف کہہ دیا ہے کہ اب ترکی حکومت دنیا میں قائم نہیں رکھی جا سکتی۔ جنگ کے بعد اس کے تحصص کو بالکل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا اور تقسیم کر دی جائے گی۔ یہ ایک فتویٰ ہے جو انگلستان کے ایک نہایت ذمہ دار انسان کے منہ سے نکلا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وزیراعظم ایسی بات اس وقت تک منہ سے نہیں نکال سکتے تھے جب تک کوئی قطعی فیصلہ نہ ہو جاتا اور جب انہوں نے جلسہ عام میں ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ قطعی فیصلہ ہو چکا ہے......

اللہ تعالیٰ ظالم نہیں۔ اس کا فیصلہ بالکل درست ہے اور راست ہے اور ہم اس کے فیصلہ پر رضامند ہیں۔ افسوس ترکوں نے اسلام کو چھوڑ کر کامیاب ہونا چاہا تھا۔ آخر یہ دن دیکھا۔

(اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۲' نمبر ۶۱' ص ۵' مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۱۴ء)

(۴۲) قادیان میں چراغاں (م)

گورنمنٹ برطانیہ کی شاندار فتح کی خوشی میں..... نماز مغرب کے بعد دارالعلوم اور اندرون قصبہ میں روشنی اور چراغاں کیا گیا جو بہت خوبصورت اور دل کش تھا۔ اندرون قصبہ میں احمدیہ بازار کے دونوں طرف مدرسہ احمدیہ اور بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کی عمارتوں پر بے شمار چراغ جلائے گئے اور منارۃ المسیح پر گیس کی روشنی کی گئی جس کا نظارہ بہت دلفریب تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور خاندان مسیح موعود کے مکانات پر بھی چراغ روشن کیے گئے۔ اس کے علاوہ تمام احمدی اصحاب نے اپنے اپنے مکانات پر خوب روشنی کی جس سے محلوں میں خاص رونق اور خوشنمائی پیدا ہو گئی۔ دارالعلوم میں بورڈنگ ہاؤس اور ہائی اسکول کی شاندار عمارت کے بلند ترین نوش طاق کو چراغوں سے نہایت عمدگی سے سجایا گیا اور ساری عمارت کے طول اور عرض کو بہت خوبی کے ساتھ روشن کیا گیا۔ دوسرے مکانات پر بھی روشنی کا عمدہ انتظام تھا..... غرض کہ احمدیوں کا کوئی مکان اور کوئی عمارت ایسی نہ تھی' جس پر روشنی نہ کی گئی۔ یہ پرلطف اور مسرت انگیز نظارہ بہت موثر اور خوشنما تھا اور اس سے احمدیہ پبلک کی اس عقیدت پر خوب روشنی پڑتی تھی جو اسے گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ہے۔ کیونکہ روشنی کے ذریعہ خوشی کا اظہار کرنے میں ایسے لوگوں نے بھی بخوشی حصہ لیا جو موجودہ گرانی اور قحط سالی کے موسم میں نہایت تنگ دستی سے گزر اوقات کرتے ہیں۔ روشنی رات کے ایک بڑے حصہ تک ہوتی رہی جس کی رونق لوگوں کی چہل پہل سے دوبالا تھی۔

(اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۶' نمبر ۴۱' ص ۲' مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۱۸ء)

ایک دوست نے دریافت کیا کہ ترکوں کی (یونانیوں کے مقابلہ میں) فتح کی خوشی میں روشنی وغیرہ کے لیے چندہ دینے کے متعلق کیا حکم ہے۔

(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے) فرمایا روشنی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

(ڈائری میاں محمود احمد صاحب' مندرجہ اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۱۰' نمبر ۵۲' ص ۸' مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۲۲ء)

اب بھی اگر بادشاہ یا حکومت کی کوئی تقریب ہو اور وہ کہے کہ چراغاں کرو تو ہم کریں گے۔ کیونکہ حکومت کی عزت ہم پر خدا تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے اور ایسا کر دینے سے ہمارا خدا بھی خوش ہو گا اور حکومت بھی۔

(اخبار "الفضل" قادیان' جلد ۲' نمبر ۲۸' مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۹ء)

(ی) دیگر ممالک

(۴۳) بے شک

بے شک ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اس گورنمنٹ محسنہ کے سچے دل سے خیرخواہ ہوں اور ضرورت کے وقت جان فدا کرنے کو بھی تیار ہوں۔ لیکن ہم اس طرح پر بھی غیر قوموں اور غیر ملکوں میں اپنی محسن گورنمنٹ کی نیک نامی پھیلانی چاہتے ہیں کہ کس طرح اس عادل گورنمنٹ نے دینی امور میں ہمیں پوری آزادی دی ہے۔ عملی نمونے ہزاروں کوسوں تک چلے جاتے ہیں اور دلوں پر ایک عجیب اثر ڈالتے ہیں اور صدہا نادانوں کے ان سے وسوسے دور ہو جاتے ہیں۔ یہ مذہبی آزادی ایک ایسی پیاری چیز ہے کہ اس کی خبر پا کر بہت سے اور ملک بھی چاہتے ہیں کہ اس مبارک گورنمنٹ کا ہم تک قدم پہنچے...... کیونکہ جس طرح اچھے دکاندار کا نام سن کر اسی طرف خریدار دوڑتے ہیں' اسی طرح جس گورنمنٹ کے ایسے بے تعصب اور آزادانہ اصول ہوں وہ گورنمنٹ خواہ مخواہ پیاری اور ہردلعزیز معلوم ہوتی ہے اور بہت سے غیر ملکوں کے لوگ حسرت کرتے ہیں کہ کاش ہم بھی اس کے ماتحت ہوتے۔ پس کیا آپ لوگ چاہتے نہیں کہ اس محسن گورنمنٹ کا ان تمام تعریفوں کے ساتھ دنیا میں نام پھیلے اور اس کی محبت دور دور تک دلوں میں جا گزیں ہو۔

("البلاغ مسمی بہ فریاد درد" ص ۴۳' "روحانی خزائن" ص ۴۰۰۔۳۹۹' ج ۱۳' مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

باقی آئندہ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

قسط نمبر ۲

ربوہ سے تل ابیب تک

مولانا ظفر احمد انصاری ایم این اے کا اہم انکشاف

س ... اسرائیلی فوج میں "احمدیوں" کی موجودگی ایک خوفناک انکشاف ہے۔ یہودیوں اور "احمدیوں" میں اس تعاون کی کیا تفصیل ہے اور آپ اسے پاکستان کی قومی اسمبلی میں کیوں زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔"

ج..... پاکستان مسلم مملکت ہے اور یہودی ہر مسلم مملکت کو نیست و نابود کرنے کا عہد کر چکے ہیں۔ وہ اس کے لئے ہر ذریعے اور واسطے کو استعمال میں لا رہے ہیں۔ اور ان کے آلہ کار بننے والوں میں یہ مرزائی یا قادیانی بھی شامل ہیں جو اپنے آپ کو "احمدی" کہتے ہیں۔ اسرائیل یہودی صیہونیت کا ہتھیار ہے۔ جس کے ذریعے یہودی عالم اسلام کو زیر کرنا چاہتے ہیں ۱۹۷۲ء تک اسرائیل میں موجود "احمدیوں" کی تعداد چھ سو تھی جن پر اسرائیلی فوج میں "خدمت" کے دروازے کھول دیئے گئے تھے۔ یہ تفصیل پولیٹیکل سائنس کے یہودی پروفیسر آئی۔ آئی نومانی کی کتاب "اسرائیل اے پروفائل" (ISRAEL - A - PROFILE) کے صفحہ نمبر ۷۵ پر موجود ہے یہ کتاب پال مال لندن سے ۱۹۷۲ء میں چھپی ہے۔ دلچسپ چیز یہ ہے کہ اس کتاب کے صفحہ ۵۰ پر واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ عربوں پر یہ پابندی اب بھی ہے کہ وہ کسی سرحدی گاؤں میں نہیں رہ سکتے اور اسرائیلی فوج میں بھرتی بھی نہیں ہو سکتے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۷۵ پر یہ بھی موجود ہے کہ یہ "احمدی" پاکستان سے ہیں ایک مسلمان بالخصوص پاکستانی مسلمان کے لئے یہ بات یوں بھی انتہائی اضطراب کا موجب ہے کہ ان "احمدیوں" کو پاکستانی قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے بھی میں تحریک التوا کے ذریعے اسے پاکستان کے مقتدر ترین ایوان میں زیر بحث لانا چاہتا ہوں۔

س ... آپ اس تحریک التوا میں حکومت کی توجہ کن پہلوؤں پر مبذول کرانا چاہتے ہیں؟

ج ... میں قوم کو بھی آگاہ کرنا چاہتا ہوں اور حضرات اقتدار سے بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جب یہ انہیں بھی معلوم ہے کہ "احمدی" دنیا کے کسی خطے میں بھی ہو اپنے "خلیفہ" کے حکم پر کام کرتا ہے۔ اس "خلیفہ" کا ہیڈ کوارٹر پاکستان کے قصبے ربوہ میں ہے۔ اگر اسرائیل میں رہنے والے "احمدیوں" کو ربوہ سے یہ ہدایت ہے کہ عرب ممالک پر قبضے اور انہیں تاراج کرنے میں اسرائیل کی مدد کریں، اور جیسا کہ جنگ ۱۹۶۷ء کے زمانہ کے اخبارات میں آیا کہ اسرائیلی پاکستان کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں اور پاکستان کے خلاف جس دشمنی اور نفرت کا اظہار بابائے اسرائیل بن گوریان نے کیا تھا اس کے پیش نظر کیا یہ اندیشہ صحیح نہ ہوگا کہ اسرائیل جیسے "احمدیوں" کو عربوں کے خلاف استعمال کر رہا ہے انہیں پاکستان کے خلاف آسانی سے استعمال کرے گا۔ جب کہ "احمدیوں" کے "خلیفے" کا ہیڈ کوارٹر بھی یہیں ہے۔۔ یہ بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر یہ چھ سو "احمدی" پاکستان سے اسرائیل کس راستے سے گئے اور کب پہنچے؟ کیا اب یہ "احمدی" پاکستان کی شہریت رکھتے ہیں؟ ان کے پاس دوہری شہریت تو نہیں؟ ان میں سے کتنے پاکستانی پاسپورٹ پر گئے ہیں، کیا وہ پاکستانی پاسپورٹ پر تھے، اور پھر اسرائیل بھاگ گئے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ہماری وزارت خارجہ اور پاسپورٹ جاری کرنے والے وزارت داخلہ کو کیا علم ہے اور کیا علم نہیں ہے؟ کیا ان "احمدیوں" کی وہاں فراری روک تھام بھی جاری ہے کیوں کہ ان کے پاکستانی کہلانے سے عربوں سے ہمارے تعلقات مجروح ہو سکتے ہیں۔ حکومت پاکستان کو اس صورت حال کی (CLARIFICATION) مطلق کرنا چاہئے۔

س ..... اسرائیل کے عربوں کے خلاف عزائم ہیں تو ایسے ہی ناپاک عزائم ہمارے بارے میں بھی ہیں؟

ج . جی!!..... (بہت لمبی سی "جی") یہی وہ بات ہے جس پر میں زور دینا چاہتا ہوں۔ ۱۹۶۷ء میں اسرائیل کی توسیع پسندی اور بیت المقدس پر غاصبانہ قبضے کے بعد پاکستان میں جو ردعمل پیدا ہوا تھا اس نے یہودیوں کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ چنانچہ بابائے اسرائیل ڈیوڈ بن گوریان نے جون ۱۹۶۷ء میں عرب اسرائیل جنگ کے بعد پیرس کی اور بون یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا جس کی رپورٹ ۹ اگست ۱۹۶۷ء کو صیہونی رسالے "جیوئش کرانیکل" میں چھپی تھی۔ بابائے اسرائیل نے اعلان جنگ کرتے ہوئے کہا تھا "عالمی صیہونی تحریک کو پاکستان کے خطرے سے لاپرواہی نہیں برتنی چاہئے، اور اب پاکستان اس کا پہلا نشانہ ہونا چاہئے کیوں کہ یہ نظریاتی مملکت ہمارے وجود کے لئے خطرہ ہے۔ سارے پاکستانی یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں اور عربوں سے محبت کرتے ہیں عربوں کے لئے یہ محبت ہمارے لئے خود عربوں سے بھی بڑھ کر خطرناک ہے۔ اسی خاطر عالمی صیہونیت کے لئے یہ ضروری ہو چکا ہے کہ اب پاکستان کے خلاف فوری اقدام کیا جائے۔"

"جہاں تک ہندوستانی سطح مرتفع کے باشندوں کا تعلق ہے وہ ہندو ہیں

جن کے دل پوری تاریخ میں، مسلمانوں کے خلاف نفرت سے بھرے ہوئے ہیں، لہٰذا ہندوستان ہمارے لئے پاکستان کے خلاف کام کرنے کا اہم ترین مرکز (فوجی اصطلاح BASE استعمال کی گئی) ہے یہ ضروری ہے کہ ہم اس مرکز کا پورا استعمال کریں اور تمام ڈھکے چھپے اور خفیہ منصوبوں کے ذریعے یہودیوں کے دشمن پاکستانیوں پر ضرب لگائیں اور انہیں کچل دیں۔"

مولانا ظفر احمد انصاری نے یہ اقتباس ایک کتاب سے انگلش میں پڑھ کر سنایا، پھر سلسلہ کلام جاری رکھا ــــ "شاید بہت سے لوگوں کو معلوم نہ ہو گا کہ اس کے سوا چار سال بعد دسمبر ۱۹۷۱ء میں اندرونی سازش اور بیرونی جارحیت کے ذریعے ڈھاکہ میں داخل ہونے والی ہندو افواج کا فوجی کمانڈر ایک یہودی تھا۔"

(روزنامہ "ظاہر" لاہور ۲۲ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۷۵ء)

طوفان کا رخ

قادیانی "ربوہ سٹیٹ" مغرب کی استعماری و طاغوتی طاقتوں کی آلۂ کار بن کر عالم اسلام کے خلاف سازشوں کا جو طوفان برپا کرنا چاہتی ہے، اس کا کچھ اندازہ خلیفہ ربوہ کے ان متواتر اعلانات سے کیا جا سکتا ہے جن میں قادیانی گروہ کو بار بار تلقین کی جاتی ہے کہ "نئی صدی (جس کے طلوع میں صرف پانچ سال باقی ہیں) "احمدیت" کے غلبہ کی صدی ہے، اس صدی میں "احمدیت" تمام عالم پر غالب آ جائے گی۔"

"احمدیت" تمام عالم اسلام پر غالب کرنے کے لئے "ربوہ سٹیٹ" خفیہ دہشت پسند سرگرمیوں کی تیاری میں مصروف ہے۔ اس کا پہلا انکشاف تو اسرائیلی فوج میں قادیانیوں کی شرکت سے ہوتا ہے، اور مزید انکشاف یہ کیا جاتا ہے کہ چار ہزار قادیانی مغربی جرمنی میں گوریلا تربیت حاصل کر رہے ہیں ہفت روزہ "چٹان" (۵ جنوری ۱۹۷۶ء) کی روایت ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام چنیوٹ میں منعقد ہونے والی "۲۲ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس" سے خطاب کرتے ہوئے۔

"مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنما حضرت مولانا تاج محمود صاحب نے ان سازشوں کو بے نقاب کیا جو مرزائی پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے اور اسے "مجلس اسرائیل" بنانے کے لئے کر رہے ہیں۔"

"مولانا تاج محمود صاحب نے یہ بھی کہا کہ چار ہزار قادیانی نوجوان مغربی جرمنی میں گوریلا تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ انہوں نے حکومت کو خبردار کیا کہ وہ قادیانیوں کی سازشوں سے آگاہ رہے اور اس فتنے کا تدارک کرے۔ مولانا تاج محمود نے مطالبہ کیا کہ حکومت اس بات کا پتہ لگائے کہ قادیانی جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا ناصر احمد نے حال ہی میں انگلستان کا جو دورہ علالت کے بہانے کیا، وہاں اس کی مصروفیات کیا تھیں؟ انہوں نے الزام لگایا کہ مرزا ناصر احمد پاکستان کی سالمیت کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔"

اسرائیل کی طرح قادیانی جماعت کا وجود ہی سراپا سازش ہے، اور اس کی سازش کا نشانہ صرف پاکستان نہیں بلکہ پورا عالم اسلام خصوصاً ایشیا اور مشرق وسطیٰ ہے قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ پاکستان کے ایک بازو کو کاٹ چکا ہے۔ اور دوسرے بازو کی تخریب میں اس کی سرگرمیاں روزافزوں ہیں۔ قادیانی دہشت پسند تنظیم کو ہر اس قوت سے قلبی تعلق ہے جو عالم اسلام کی تخریب کے مقصد میں اس کی معاون ثابت ہو سکے، خواہ وہ یہودیوں کی "صیہونی تحریک ہو" یا "دہریت پسندوں کی سوشلسٹ تحریک" ــــ ہندوستان کی "جارحیت ہو" یا پاکستان کی امن پسند مسیحی اقلیت ــــ میں یہاں پاکستان کی مسیحی اقلیت کے صدر جناب صوبہ خان کے دھمکی آمیز بیان کا حوالہ دوں گا۔ جسے روزنامہ "امن" کراچی نے ۲۹ ستمبر ۱۹۷۴ء کی اشاعت میں شائع کیا تھا،

صوبہ خان کا بیان

"ساٹھ لاکھ کی بھاری محب وطن اہل کتاب مسیحی اقلیت کے حقوق و مفادات کا عملی تحفظ نہ کیا گیا تو ملک کی بنیادیں ہل جائیں گی، اور قادیانی فرقہ کو اقلیت قرار دینے کی پاداش میں پاکستان کی مسلم اکثریت کو اپنی خوش فہمی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

(بحوالہ "پاکستان، عیسائیت کی زد میں" ص ۹ ص ۱۰ "شائع کردہ دفتر مرکزیہ مجلس دعوۃ الحق پاکستان (ملتان) ودام تسبیث)

میں یہاں جناب صوبہ خان صاحب کے بیان کا منطقی تجزیہ نہیں کرنا چاہتا، نہ میں اس بحث میں الجھنا چاہتا ہوں کہ "پاکستان کی محب وطن مسیحی اقلیت" کے صدر نے مسیحی اقلیت کے جو مرعوب کن اعداد و شمار پیش کئے ہیں وہ صحیح ہیں یا جعلی اور مصنوعی۔؟

ہماری دلچسپی سے متعلق محب وطن صوبہ خان صاحب کے بیان کا وہ حصہ ہے جس میں ان کے نزدیک قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کو اتنا سنگین جرم قرار دیا ہے کہ اس کی پاداش میں ملک کی بنیادیں ہلا دینا اور مسلم اکثریت کو اس کی خوش فہمی کا خمیازہ بھگتنا، دنیا اہل کتاب ــــ مسیحیوں کی حب الوطنی کا مظاہرہ قرار پاتا ہے۔ گویا دنیا بھر کا ہر ہندو، ہر یہودی، ہر مسیحی اور ہر دہریہ قادیانی فرقہ سے دلچسپی رکھتا ہے، اس کے تحفظ کے لئے اپنی طاقت کی چھتری مہیا کرنا ضروری فرض سمجھتا ہے، اور قادیانیوں کی خاطر عالم اسلام کو ڈائنامیٹ سے اڑا دینے کا عزم رکھتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ ــــ "الکفر ملۃ واحدۃ" کفر کے تمام فرقوں کی باہمی لڑائی انہیں اسلام دشمنی کے مقصد پر جمع ہونے سے نہیں روکتی۔ تمام طاغوتی طاقتیں عالم اسلام کے خلاف قادیانی جماعت کی معاون و محافظ ہیں، اور قادیانی گروہ ان سارے طاغوتوں کی طلائع کا ہراول ہے، جسے اسلام کو زک پہنچانے کے لئے یہ اطاف الحیل حرکت میں لایا جاتا ہے۔

ربوہ سٹیٹ کا جاسوسی نظام

ربوہ کی قادیانی شہنشاہیت، اسرائیلی فوج کے لئے صرف پاکستان کے قادیانی سپاہی مہیا نہیں کرتی، اور نہ صرف مغربی جرمنی میں ہزاروں گوریلوں کی تربیت کے انتظامات کرتی ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر وہ کفر کے مواصلاتی نظام میں ایک نئے باب کا اضافہ بھی کرتی ہے۔ پاکستان کے فوجی اور انتظامی خفیہ راز ہندوستان کو اور مشرق وسطیٰ کے اندرونی خفیہ راز اسرائیل کو کس طرح پہنچائے جاتے ہیں اس کی تفصیل میرے لئے ناخوشگوار موضوع ہے۔ میں اس موضوع پر بحث کرنے کو پاکستان اور عالم اسلام کی توہین کے مترادف سمجھتا ہوں، اس لئے تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے میں ریاست ربوہ کے محکمہ "انٹیلی جنس" کی طرف قارئین ملت کی توجہ مبذول کرانے پر اکتفا کروں گا۔

۱۹۵۷ء میں حکومت پاکستان نے ملک کے اعلیٰ حکام کے نام ایک گشتی مراسلہ

ری کیا تھا جس میں ریاست ربوہ کے محکمہ سی آئی ڈی سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی گئی ی۔ اس گشتی مراسلہ کی صدائے بازگشت اخبارات میں گونجی اور اخبارات نے اس پر اریئے لکھے۔ مراسلہ کا مفہوم یہ تھا:

"حکومت کے پاس اس کی معتبر اطلاع ہے کہ ربوہ کی احمدیہ جماعت نے خبر سانی کا ایک خصوصی عملہ ملازم رکھا ہے جو ایسی سرکاری اور غیر سرکاری اطلاعات فراہم رے گا جو احمدیہ فرقہ کے مفاد میں ہوں گی۔"

حکومت کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ سرکاری ملازم جو احمدیہ فرقہ سے متعلق ہیں ن کے ذریعہ سرکاری اطلاعات مہیا کی جارہی ہیں ایک اور ذریعہ جس سے کام لے کر مدیہ جماعت کا خبر رسانی عملہ سرکاری اطلاعات جمع کرتا ہے وہ حکومت کے پنشن یافتہ ازم ہیں، جن کا ابھی تک اپنے دور کے ساتھیوں اور ماتحتوں پر اثر ہے حکومت کے علم ں یہ بھی آیا ہے کہ بعض احمدیوں نے غیر احمدی ہونے کا اعلان کر دیا ہے تاکہ ان کی رف سے شک و شبہ جاتا رہے۔ اور وہ آزادی سے تمام مسلمانوں میں خلط ملط ہو لیں اور معلومات حاصل کر سکیں۔

"حکومت نے بتایا ہے کہ احمدیہ جماعت کے لئے یہ عملہ عام طور پر جو معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے ان میں ربوہ کی احمدیہ جماعت کے باغیوں کی، جن کا نام "حقیقت پسند پارٹی ہے" سرگرمیاں مجلس تحفظ ختم نبوت اور جماعت اسلامی کی سرگرمیوں کا پتہ چلانا شامل ہے۔"

"نیز اس میں احمدیہ فرقہ اور شیعہ سنی تعلقات سے متعلق حکومت کی پالیسی میں تبدیلی کی خبر رکھنا بھی شامل ہے۔ حکومت کے اس گشتی مراسلہ میں بتایا گیا ہے کہ ربوہ کی احمدیہ جماعت کا یہ خبر رسانی عملہ فی الحال ربوہ اور لاہور میں تعینات ہے، اور جماعت احمدیہ کی تجویز ہے کہ اس عملہ کی شاخیں راولپنڈی اور کراچی میں قائم کی جائیں۔ اس عملہ کو

ہدایت دینا اور اس کی نگرانی کرنا احمدیہ فرقہ کے امام (خلیفہ ربوہ) کے بیٹے مرزا ناصر احمد کے سپرد ہے (اور آجکل یہ حضرت خود ریاست ربوہ کے سربراہ ہیں۔ ناقل)" (۹/دسمبر ۱۹۵۷ء امروز)

(بحوالہ "ربوہ کا پوپ ص ۱۳۷، ۱۳۸۔" شائع کردہ دفتر بیت القرآن پوسٹ بکس نمبر ۱۰۴۸ لاہور) گورنمنٹ پاکستان کے اس مراسلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے روزنامہ "آفاق" لاہور نے اپنے ادارتی نوٹ میں لکھا:

"صوبائی حکومت کا یہ سرکلر ایک اہم مسئلہ سے فرار کی مضحکہ خیز کوشش ہے حکومت کو یہ چھوٹا سا تنکا نظر آگیا کہ ربوہ کی انجمن نے حکومت کے راز حاصل کرنے کے لئے ایک جاسوسی نظام قائم کر رکھا ہے، لیکن یہ بہت بڑا شہتیر نظر نہیں آتا کہ ربوہ کی انجمن نے مذہبی تقدس کی آڑ میں ایک خفیہ متوازی حکومت کی صورت اختیار کرلی ہے، اور وہ ایسے تمام حربے استعمال کرنے پر مجبور ہے جو سیاسی طاقت ہاتھ میں لینے کے لئے ضروری ہیں......"

اگر اس ملک میں واقعی ایسے حالات پیدا ہو جائیں اور ایک جماعت اپنی تنظیم اور اپنے وسائل کے ذریعہ قانون و انصاف کی مشینری کو جب چاہے شل کر دے تو حکومت کو طفلانہ سرکلر جاری کرنے کے بجائے ان حالات سے عہدہ برآ ہونے کی مؤثر تدبیر سوچنی چاہئے یا بصورت دیگر اقتدار کے عہدہ سے مستعفی ہو جانا چاہئے۔"

"اصل یا اہم سوال یہ نہیں کہ نظام ربوہ کے جاسوس، حکومت کے راز چرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حکومت کے پاس راز ہی کون سے ہیں جنہیں وہ (قادیانیوں سے) محفوظ رکھ سکتی ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ جاسوسی کے علاوہ ربوہ کے خلافتی نظام کے کارکن اور بھی بہت کچھ کر رہے ہیں جو ایک "دہشت پسند خفیہ سیاسی نظام" کی سرگرمیاں کی ذیل میں آتا ہے، اس کا کیا علاج ہے؟"

(روزنامہ آفاق ۷/دسمبر ۱۹۵۷ء بحوالہ "ربوہ کا پوپ" صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰)

اس پر روزنامہ "تسنیم" لاہور کا تبصرہ اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے:

"افسوس ہے کہ معاصر (روزنامہ آفاق) نے علاج تجویز کرنے کا مسئلہ حکومت پر چھوڑ کر سکوت اختیار کرلیا ہے، حالانکہ یہ مسئلہ کچھ بھی پیچیدہ نہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت قادیانی جماعت کی اصل حیثیت کو مشخص کر دے، اور پردۂ فریب کو چاک کر دے۔ جو اس نے اپنے چہرے پر ڈال رکھا ہے۔"

یہ جماعت بالکل اسی طرح کی ایک خفیہ سیاسی جماعت ہے، جس طرح کوئی خفیہ سیاسی جماعت ہو سکتی ہے۔ لیکن اس نے خود کو محض ایک مذہبی جماعت قرار دے رکھا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کے افراد پر سرکاری دفاتر کے دروازے چوپٹ کھلے ہوئے ہیں اور بڑے سے بڑے عہدے پر وہ فائز ہیں۔"

"ان کی اصل وفاداریاں پاکستان کے نظام حکومت سے وابستہ نہیں ہیں بلکہ ربوہ کے خلافتی نظام سے ــــ وہ خلافت ربوہ کے راز تو سینے میں چھپا سکتے ہیں مگر سرکاری اطلاعات کو عقیدۃً چھپا نہیں سکتے، اگر چھپائیں تو انہیں نظام خلافت کا باغی قرار دیا جاتا ہے۔"

"معاصر موصوف (روزنامہ آفاق) نے پولیس اور قانون کی جس بے بسی کا ذکر کیا ہے وہ اسی صورتحال کا نتیجہ ہے، اس خرابی کا علاج یہ ہے کہ قادیانی جماعت کو خفیہ سیاسی جماعت قرار دیا جائے اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے، جو ایسی جماعتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس کے بغیر یہ دو عملی ختم نہیں ہو سکتی اور اس گشتی مراسلے کے اجرا کا کچھ حاصل نہیں بجز اس کے کہ چور کو آگاہ کر دیا جائے کہ جاگ ہو گئی ہے۔ اور وہ اپنا کام زیادہ ہوشیاری کے ساتھ کرے۔"

"ہمیں اندیشہ ہے کہ جن افسروں کے نام یہ گشتی مراسلہ جاری کیا گیا ہے ان میں کتنے ہی لوگ ہوں گے جو اس فہرست میں آئے ہوں گے جن سے خبردار رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔"

(روزنامہ "تسنیم" ۸/دسمبر ۱۹۵۷ء بحوالہ "ربوہ کا پوپ" صفحہ ۱۴۱)

ایک امتحان، ایک آزمائش

اب قلم کا مسافر اپنی منزل تک رسائی کے آخری مراحل میں ہے، وہ اپنے ہم سفروں کو زیادہ زحمت نہیں دینا چاہتا۔ "قادیانی اسرائیلی اتحاد" آپ کے سامنے کھل کر آچکا ہے، قادیانیوں کی یہودی فوجی ٹریننگ کا منظر بھی آپ دیکھ چکے ہیں، ریاست

یہاں یہ شگوفہ بھی ایک مستقل "انکشاف" کی حیثیت رکھتا ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی دفتر ملتان میں ایک قادیانی نوجوان جاسوسی کے لئے متعین کیا گیا۔ "طالب علم" بن کر اس نے متواتر تین مہینے تک دفتر میں قیام کیا، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قادیانیوں کے جاسوسی نظام کی زد میں کون کون آیا ہوگا؟

ربوہ کے محکمہ انٹیلی جنس کی خفیہ خبریں بھی آپ سن چکے ہیں۔ اب ذرا عالم اسلام میں قادیانیت کے اثر و رسوخ پر بھی نظر ڈال لیجئے۔۔۔ پاکستان کے کلیدی شعبے بدستور قادیانیت کے قبضے میں ہیں، پاکستان کی اقتصادیات پر قادیانیوں کا خاصا تسلط ہے۔ بقول علامہ عزیز انصاری:

"۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد مرزائیوں نے اپنا محاذ بدل لیا، اور پاکستان کے سیاسی اور اقتصادی اداروں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، اور امریکہ میں جو مقام یہودیوں کو حاصل ہے وہی انہوں نے پاکستان میں حاصل کرنا چاہا۔" (ہفت روزہ چٹان ۵، جنوری ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۹)

فوج سے لے کر ملک کے ہر چھوٹے بڑے محکمہ کی پالیسی سازی میں قادیانی اب بھی دخیل ہیں، معلوم ہوا ہے کہ سب سے بڑے اسلامی ملک انڈونیشیا میں مذہبی امور کا وزیر اور اس کا سیکرٹری قادیانی ہیں، اسی طرح دیگر اسلامی ممالک میں بھی۔۔۔ جہاں قادیانیوں کی ملازمت پر پابندی نہیں۔۔۔ اہم ترین مناصب پر قادیانی فائز ہیں۔ اب میں یہ مفروضہ پیش کرتا ہوں۔ جو محض مفروضہ نہیں بلکہ بڑی حد تک حقائق و واقعات کی صحیح تصویر ہے۔۔ کہ قادیانیوں کی عالمی تحریک جس کا ہیڈ کوارٹر ربوہ ہے، اور جس کا ہر فرد ایک واجب الاطاعت "خلیفہ" کے ماتحت کام کرتا ہے، یورپ، یہودیت اور ہندوستان کا آلہ کار اور جاسوس ہے۔۔ فرض کیجئے پاکستان کے فوجی اور دفاعی راز قادیانی شاخ کے ذریعہ۔۔ جو ہندوستان میں ہے۔۔۔ انڈونیشیا پہنچائے جاتے ہیں۔ عالم اسلام کی رپورٹ مرکز لندن کی وساطت سے استعماری طاقتوں کو مہیا کی جاتی ہے، مشرق وسطی کے خفیہ راز اسرائیل مرکز کے ذریعہ صیہونیوں کو بھیجے جاتے ہیں، اور خلافت ربوہ کا یہ محکمہ اطلاعات تمام اسلام دشمن طاقتوں کی خدمت کے لئے وقف ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا عالم اسلام نے قادیانیوں کی جاسوسی اور خفیہ سازشوں سے تحفظ کا کوئی انتظام کیا ہے؟ اور کیا اس وقت تک اس کی ضرورت بھی کسی کے گوشۂ ذہن میں آئی ہے؟

۷، ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلے سے قادیانی جارحیت کا تدارک نہیں ہوتا۔ بلکہ اس فیصلہ نے عالمی سطح پر قادیانی تحریک کو پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کے خلاف اور بھی برافروختہ کر دیا ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر مسلمانوں کو آگاہ کر دیا ہے کہ وہ قادیانیوں کی "تبلیغ اسلام" کے معسول خول سے ہوشیار رہیں۔ پاکستان کے اس فیصلہ کے احترام میں بعض دیگر اسلامی ممالک نے بھی کچھ اقدامات کئے ہیں یہ فیصلہ اپنی جگہ لائق صد تحسین ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ پاکستان، مشرق وسطی اور عالم اسلام کو قادیانیت کی زیر زمین سرگرمیوں سے جو خطرہ لاحق ہے کیا یہ فیصلہ اس کا شافی جواب ہو سکتا ہے؟

جس کافر اور باغی اسلام گروہ کے روابط اعداء اسلام سے موجود ہوں۔ جو تنظیم مافوقی سامراج کی آلہ کار ہو، جس کے سپاہی صیہونی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں پر آگ برسا رہے ہوں، جو عالم اسلام کو ڈائنامیٹ سے اڑا دینے کا فیصلہ کئے ہوئے ہو، جس کا جاسوسی نظام کسی اسلامی ملک کی پوری مشینری کو مفلوج کر دینے کے درپے ہو، جس کے افراد اسلامی ممالک میں کلیدی عہدوں پر فائز ہو کر بھی ایک واجب الاطاعت خلیفہ کے اشاروں پر کار خاص میں سرگرم عمل ہوں، کیا ایسی جماعت کے لئے صرف "غیر مسلم اقلیت" کا کاغذی تعویذ آئین کے گلے میں لٹکا دینا کافی ہے۔ کیا اس "منتر" سے ان کی سرگرمیاں بند ہو گئیں؟ کیا انہوں نے اسلامی شعائر کی توہین کا مکروہ عمل ترک کر دیا؟ کیا ان کی وہ کتابیں جن میں انبیاء کرام اور اکابر امت کو برہنہ گالیاں دی گئی ہیں، ان کی اشاعت ختم ہو گئی؟ کیا مافوقی طاقتوں سے ان کا رابطہ ختم ہو گیا؟ کیا انہوں نے اسلام کش سازشوں سے توبہ کر لی؟ افسوس ہے کہ ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے اور اس سے بڑھ کر قابل افسوس یہ "خوش فہمی" ہے کہ معرکہ سر کر لیا۔

بلاشبہ قادیانی، کافر ہیں۔ آج سے نہیں بلکہ ۱۳۰۱ھ سے کافر ہیں جب مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ نعرہ لگایا تھا کہ:

"منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد"

لیکن اگر وہ صرف "کافر" ہوتے تو دنیا میں اور بہت سے کافر ہیں، قادیانی تحریک صرف اسلام سے باغی نہیں بلکہ یہ صیہونیت اور فری میسن کی طرح ایک خفیہ سیاسی تنظیم ہے، اور یہودی فوجوں میں قادیانی سپاہیوں کی شمولیت اور مغربی جرمنی میں چار ہزار قادیانیوں کی گوریلا تربیت نے اسے ایک دہشت پسند تنظیم ثابت کر دیا ہے۔

صیہونیت اور قادیانیت کا اتحاد پاکستان اور عالم اسلام کے لئے ایک ہولناک خطرہ کا نشان اور قائدین ملت کی فراست و تدبر کے لئے ایک آزمائش اور ایک امتحان ہے قادیانیت نے عالم اسلام سے فیصلہ کن معرکہ آرائی کا منصوبہ طے کر لیا ہے اور خلیفہ ربوہ نے آئندہ صدی میں (جو پانچ سال بعد شروع ہو گی) تمام دنیا پر چھا جانے اور عالم اسلام کو کھا جانے کا اعلان جنگ کر دیا ہے۔ قادیانی مشینری کے تمام کل پرزے۔ لندن سے حیفا تک اور حیفا سے قادیان تک اس اعلان مبارزت پر بڑی تیزی سے حرکت میں آ چکے ہیں، اور "آنے والی صدی میں غلبہ احمدیت" کے لئے سازشوں کا وسیع منصوبہ تیار کر لیا گیا ہے۔

پس چہ باید کرد؟

حریم اسلام کی پاسبانی علماء کے قلم اور سلاطین کی تلوار کے سپرد ہے لیکن افسوس ہے کہ انگریز کے دور غلامی نے سلاطین کے ہاتھ سے "سیف جہاد" اور علماء کے ہاتھ سے "قلم خارا شگاف" چھیننے کی کوشش کی۔

"علماء کے قلم نے آج سے ۹۵ سال پہلے یہ فیصلہ رقم کیا تھا کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔" افغانستان کی حکومت نے نوک تلوار سے اس فیصلے پر دستخط کئے، اور قادیانیوں کو ارتداد کی سزا میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آج کی مہذب دنیا جو معمولی سی حکومت کے باغی کو گولی سے اڑا دینے کا معمول رکھتی ہے اس نے شاہ دو عالمؐ کے باغیوں کی سزائے موت کو وحشیانہ قرار دیا۔ اور ہمارے تہذیب یافتہ طبقہ نے جو انگریز کی ہربات پر ایمان بالغیب لانے کا خوگر تھا، اس "وحشیانہ" پراپیگنڈے کو خوب ہوا دی۔

اگر مسلمان حکمرانوں کی غیرت نے حریم نبوت کا تحفظ کیا ہوتا اور قادیانیوں پر من بدل دینہ فاقتلوہ کی سزائے ارتداد جاری کی ہوتی تو ۹۵ برس تک عالم اسلام "تماشائے عبرت" نہ بنا رہتا، اور آج قادیانی نبوت کے گماشتوں کو یہ حوصلہ نہ ہوتا کہ وہ بیت المقدس اور مکہ و مدینہ پر نظریں جمائیں اور عالم اسلام کو آنکھیں دکھائیں۔ حیرت و حسرت کا مقام ہے کہ قادیانیت کے بارے میں ۱۳۰۱ھ میں جو فیصلہ علماء نے لکھا تھا ہمارے ذہین طبقہ نے اس کو سمجھنے کے لئے ایک صدی کی طویل مدت صرف کی، آج میں سوچتا ہوں تو بے چین ہو جاتا ہوں کہ اگر مسلمان کی فہم و فراست اور تدبر و عاقبت اندیشی کا یہی معیار قائم رہا تو ہمارے ارباب اقتدار کو قادیانیوں کی گہری سازشوں کے سمجھنے اور ان کا صحیح تدارک کرنے کے لئے کتنی صدیوں کا عرصہ درکار ہو گا؟

کاش! میں کہیں سے صور اسرافیل مانگ لاتا، جس سے کفر کی زمین میں زلزلہ آ جاتا، الحاد و زندقہ کے جگر شق ہو جاتے، صدیوں کے جمود و غفلت کے پردے چھٹ جاتے، مردہ دلوں میں یکایک زندگی کی لہر دوڑ جاتی، اور ملک و ملت کے محافظ، ان غداران اسلام، باغیان محمدؐ اور دشمنان ملت قادیانیوں کی ہلاکت آفرین سازشوں کا تدارک

باقی صفحہ ۲۲ پر

ابوالقاسم مولانا رفیق دلاوریؒ

مرزا غلام احمد قادیانی کی کہانی
تاریخی حقائق کی زبانی

مقدمہ بازی کے "مقدس" مشغلے

گو مرزا صاحب مختاری کے امتحان میں ناکام رہے لیکن اس سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ قانون دان بن گئے اور قانونی موشگافیوں نے ان کے لیے کامیاب مقدمہ بازی کی راہیں کھول دیں۔ جب یہ مختاری کے امتحان میں ناکام اور منشی گری کی نوکری سے برداشتہ خاطر ہو کر قادیاں پہنچے اور والد نے ان کو جھگڑالو اور مقدمہ بازی کا اہل پایا تو مقدموں کی پیروی ان کے سپرد کر دی۔ چنانچہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ "میرے والد صاحب اپنے بعض آباؤ اجداد کے دیہات کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا"۔ (کتاب البریہ' مولفہ مرزا غلام احمد' ص ۱۵۱)۔ مرزا صاحب قانون دان تھے اور مقدمہ بازی میں ان کے شغف و انہماک کا یہ عالم تھا کہ خواب بھی دیکھتے تو مقدمہ بازی کے۔ لیکن ان کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عام لوگوں کی طرح کوئی تھرڈ کلاس مقدمہ باز نہ تھے بلکہ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ مقدمہ بازی میں قانونی حربوں اور وکیلانہ داؤ پیچ کے ساتھ ساتھ باطنی تصرف سے بھی کام لیتے تھے اور جب کسی مقدمہ میں کامیاب ہو جاتے تھے تو اسے اپنا معجزہ قرار دیتے ہوئے اپنی بزرگی کی ڈینگیں مارنے لگتے تھے۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب کہ حضرت "مسیح موعود" صاحب نے ہنوز مشیخت و تقدس کی مسند کو ایک منٹ کے لیے بھی زینت نہ بخشی تھی۔ اور دل و دماغ ہنوز نبی جی یا اس قماش کے دوسرے ارواح کے نام سے بھی آشنا نہ تھا۔ مرزا صاحب کے چند کراماتی مقدمے بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارا ایک مقدمہ موروثی اسامیوں پر تھا۔ مجھے خواب میں بتلایا گیا کہ اس مقدمہ میں ڈگری ہو گی۔ میں نے متعدد لوگوں کے سامنے' جن میں شرمپت رائے بھی تھا' یہ پیشین گوئی کی کہ اس مقدمہ میں ہماری فتح ہو گی۔ فیصلہ کے دن ہماری طرف سے کوئی شخص حاضر نہ ہوا اور مقدمہ خارج ہو گیا اور میں سخت غمزدہ ہوا' دل سخت پریشان تھا کہ میری پیشین گوئی جھوٹی نکلی۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی کہ ڈگری ہو گئی۔ میں نے شرمپت رائے کو بلا کر اس کی اطلاع دی لیکن اس نے باور نہ کیا۔ صبح میں خود بٹالہ گیا اور تحصیل دار کے مثل خوان متھرا داس سے مل کر پوچھا کیا ہمارا مقدمہ خارج ہو گیا؟ اس نے کہا نہیں بلکہ ڈگری ہو گئی اور بتایا کہ تحصیل دار نے غلطی سے مقدمہ خارج کر دیا تھا' اس وقت میں موجود نہ تھا۔ جب میں واپس آیا تو تحصیلدار نے مجھے وہ فیصلہ شامل مسل کرنے کے لیے دیا۔ میں نے اس فیصلہ کو پڑھ کر تحصیل دار سے کہا' یہ فیصلہ غلط ہے کیونکہ جس فیصلہ کی بنا پر آپ نے یہ حکم لکھا ہے وہ تو اپیل کے محکمہ سے خارج ہو چکا ہے۔ تب تحصیلدار نے محکمہ اپیل کا فیصلہ پڑھ کر اپنا پہلا فیصلہ چاک کر دیا اور ڈگری کر دی۔ (حقیقۃ الوحی' مولفہ مرزا غلام احمد صاحب' ص ۲۴۰-۲۴۳) علم صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۸۶۷ء سے پہلے میں مرزا صاحب (حکیم غلام مرتضیٰ) کے وقت میں کسانوں کے ساتھ ایک مقدمہ پر امرتسر میں کمشنر کی عدالت میں تھا۔ فیصلہ سے ایک دن پہلے کمشنر کسانوں کی نہایت رعایت کرتا ہوا اور ان کی شرارتوں کی پروا نہ کر کے بر سر عدالت کہنے لگا کہ یہ غریب لوگ ہیں۔ تم ان پر ظلم کرتے ہو۔ اس رات میں نے دیکھا کہ وہ انگریز ایک چھوٹے سے بچے کی شکل میں میرے پاس کھڑا ہے۔ میں اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہا ہوں۔ اس کے بعد جب ہم عدالت میں گئے تو اس کی حالت ایسی بدلی ہوئی تھی کہ گویا وہ پہلا انگریز ہی نہ تھا۔ اس نے کسانوں کو بہت ڈانٹا اور مقدمہ ہمارے حق میں فیصل کیا۔ اور ہمارا سارا خرچ بھی ان سے دلایا۔ (البشریٰ یعنی مجموعہ الہامات مرزا صاحب۔ جلد اول' حصہ دوم' ص ۱۵-۱۹) مرزا صاحب کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ "مسیح موعود" صاحب اوائل ہی سے ظلم کے حامی اور جور و بیداد کے خوگر تھے۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ غیر قوم کا کوئی حاکم جسے فریقین سے کوئی تعلق نہ تھا' مرزا صاحب سے کہتا کہ تم ان لوگوں پر ظلم کرتے ہو۔ اور پھر ایسا بھی دیکھ کر "مسیح" صاحب اس انتباہ پر بھی بیداد گری سے باز نہ آئے بلکہ الٹا حاکم پر کوئی نامعلوم اثر ڈال کر انصاف اور عدل گستری کی راہ میں حائل ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کمشنر مظلوموں کے بجائے مرزا صاحب کا حامی بن گیا۔ اس نے مفلوک الحال کسانوں کو ڈانٹنا شروع کیا اور مقدمہ مدعی کے حق میں فیصل کر دیا۔ کاش "مسیح موعود" صاحب ان ستیزہ کاریوں اور ظلم آرائیوں سے اپنا دامن بچا کر اپنے اعمال و اشغال کی طرف متوجہ ہوتے جو ان کی نجات کے کفیل ہو سکتے۔

اے کہ دستت می رسد کارے بکن — پیش ازاں کز تو نیاید ہیچ کار

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے اپنے ایک زمینداری مقدمہ کے متعلق' جو تحصیل بٹالہ میں دائر تھا' خواب آئی کہ جھنڈا سنگھ نامی ایک دخیل کار پر ہماری ڈگری ہو گئی۔ اس دخیل کار پر بوجہ ایک درخت کیکر (ببول) جس کو اس نے اپنے کھیت سے ہماری اجازت کے بغیر کاٹ لیا تھا' چودہ روپے کی نالش کی گئی تھی۔ سو خواب میں دکھلائی دیا کہ دعویٰ مسموع ہو کر ڈگری کی گئی۔ (تریاق القلوب' مولفہ مرزا غلام احمد صاحب' تقطیع کلاں' ص ۳۶)

خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت

مرزا صاحب کا اس ضرب المثل پر پورا پورا عمل تھا "خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت"۔ اپنا تو یہ حال تھا کہ دو تین روپے کے کیکر (ببول) کے لیے چودہ روپے کی نالش داغ دیتے تھے اور پھر یہ نالش کچھ قادیاں میں دائر نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کے لیے بٹالہ تک کی خاک چھاننی پڑتی تھی۔ قادیاں سے بٹالہ تک کا فاصلہ مجھے معلوم نہیں لیکن اس مسافت کا تخمینہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آج کل ریل گاڑی آدھ گھنٹہ میں پہنچتی ہے۔ جس

مرزا صاحب کمال دیدہ دلیری کے ساتھ دوسروں پر طعن کرتے ہیں کہ حضرت اویس قرنیؒ والدہ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے اور ان کے اونٹوں کو فرشتے چرایا کرتے تھے۔ ایک تو یہ لوگ ہیں جنہوں نے والدہ کی خدمت کر کے یہ قبولیت اور عزت پائی' ایک وہ ہیں جو ایک ایک پیسہ کے لیے مقدمات کرتے ہیں اور والدہ کا نام ایسی بری طرح لیتے ہیں۔ (تقاریر مسیح موعود یا ملفوظات احمدیہ' ص ۳۳)۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس کیکر کا مقدمہ جس کی زیادہ سے زیادہ قیمت دو اڑھائی روپے تھی' اور جس کے لیے مرزا صاحب بٹالہ تک کی بادہ پیمائی کرتے رہے' ایک پیسہ کے حکم میں داخل نہیں تھا؟ مرزا صاحب تو دو اڑھائی روپے کی جگہ دور دراز کا سفر طے کر کے چودہ روپے کی نالش داغ دیتے اور مہینوں کچہریوں میں خراب ہوتے۔ اہلکاروں کی خوشامدیں کرتے' محرروں کو نذر دے دیتے اور چپڑاسیوں کی گالیاں سنتے تھے۔ جیسا کہ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے لیکن صالحین امت کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اہل اللہ میں سے کبھی کسی کے تذکرہ میں یہ نہ پڑھا گیا کہ اس نے کبھی کسی دنیوی عدالت میں مقدمہ بازی کی ہو اور وہ بھی مدعیانہ حیثیت سے۔ خاصان بارگاہ تو ناحق کے مقابلہ میں اپنا حق چھوڑ دیتے ہیں لیکن لڑائی جھگڑا گوارا نہیں کرتے۔ میں نے بعض ثقات سے سنا تھا کہ صاحبزادہ مولوی محمد امین صاحب چشتی مرحوم متوطن چکوڑی بھیلو وال ضلع گجرات کے خلاف ان کے چچاؤں میں سے کسی خدا ناترس نے بہت سی زرعی زمین کی ملکیت کے متعلق ناحق دعویٰ دائر کر دیا۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس حاضری عدالت کے سمن آئے تو انہوں نے سمن کی پشت پر لکھ دیا کہ مجھے بیان کردہ اراضی پر کوئی دعویٰ نہیں' اس لیے مدعی کو ڈگری دے دی جائے۔ حالانکہ مولوی صاحب ہی یقیناً اس کے مالک تھے۔

رئیس قادیاں کو مقدمہ بازی کا طعنہ

لیکن مسیح قادیاں کے جھگڑوں رگڑوں سے خدا کی پناہ۔ ایک دفعہ جب مسیح صاحب نے اپنی گالیوں کی تیز چھری چلائی تو مولوی محمد حسین مرحوم بٹالوی نے لکھا کہ کوئی ذی علم آدمی تمہاری گالیوں کا یہاں بھی حریف نہیں ہو سکتا کہ تم مختاری اور مقدمہ بازی کرتے رہے ہو۔ اس کے جواب میں رئیس قادیاں نے مولوی محمد حسین کو خطاب کر کے لکھا "تم لکھتے ہو کہ تم مختاری اور مقدمہ بازی کا کام کرتے رہے ہو۔ آپ ان افتراؤں سے باز آ جائیں۔ والد صاحب کے زمانہ میں اکثر وکلاء کی معرفت اپنے زمینداری کے مقدمے ہوتے تھے اور کبھی ضرورتاً مجھے آپ ہی جانا پڑتا تھا۔ یہ عاجز ان باتوں میں کبھی نہیں پڑا کہ دوسروں کے مقدمات عدالتوں میں کرتا پھرے"۔ (مکتوبات احمدیہ' جلد ۳' ص ۳۶)۔ حالانکہ رئیس قادیاں کی مقدمہ بازی کوئی ایسی مخفی چیز نہیں کہ اس پر کوئی پردہ ڈال سکے۔ اور مولوی محمد حسین نے یہ طعنہ نہیں دیا تھا کہ تم دوسروں کے مقدمے کرتے رہے ہو۔ بلکہ ان کا بھی مرزا صاحب کے اپنے مقدموں کی طرف اشارہ تھا۔ پس مسیح قادیاں کا مولوی صاحب سے یہ کہنا کہ افتراؤں سے باز آ جاؤ' خود افتراء پردازی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر "مسیح موعود" صاحب مختاری کے امتحان میں کامیاب ہو جاتے تو دوسروں کے مقدمات کی پیروی میں بھی مدت العمر کچہریوں کی خاک چھانتے پھرتے۔ چونکہ مختار بننے کے ارمان پورے نہ ہوئے لہٰذا اب اچھلیں مارتے ہیں کہ میں نے دوسروں کے مقدمات نہیں کیے۔ تاہم "مسیح موعود" صاحب نے اپنی مقدمہ بازی کے اعتراض کو کمال ہنرمندی سے اٹھانا چاہا ہے۔ فرماتے ہیں "ان زمینداری تعلقات سے جو ابتدائی زندگی سے میرے ساتھ رہے' کوئی تعجب نہ کرے۔ کیونکہ احادیث نبویہ پر غور کرنے سے بصراحت معلوم ہوگا کہ وہ مسیح موعود حارث کہلائے گا۔ (تریاق القلوب' مؤلفہ مرزا غلام احمد صاحب' تقطیع کلاں' ص ۷۳) لیکن یاد رہے کہ کسی حدیث نبوی میں یہ نہیں لکھا کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام (معاذ اللہ) انگریزی عدالتوں میں مقدمے لڑیں گے۔ اور نہ یہ کسی حدیث میں مذکور ہے کہ وہ حارث یعنی کاشتکار ہوں گے۔ قادیاں کے مسیح صاحب کو طومار بافتہ میں یدطولیٰ حاصل تھا کہ یہ یک جنبش قلم رائی کو پہاڑ اور ہاتھی کو چیونٹی بنا دیتے تھے۔ یہاں بھی انہوں نے وہی کمال دکھایا۔ اب وہ حدیث نبویؐ ملاحظہ ہو جس کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہے اور جس میں حارث کے ماوراء النہر سے برآمد ہونے کا تذکرہ ہے۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجل من وراء النهر یقال له الحارث حراث علی مقدمته رجل یقال له منصور یوطن او یمکن لآل محمد کما مکنت قریش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجب علی کل مسلم نصره او اجابته۔ (رواہ ابو داؤد)

امیر المومنین علیؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص جس کو حارث حراث کہیں گے ملک ماوراء النہر سے نکلے گا۔ اس کے لشکر کی ہراول فوج کے سردار کا نام منصور ہوگا۔ وہ آل محمد (مہدی علیہ السلام) کو اسی طرح اپنے ہاں جگہ دے گا جس طرح قریش رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و تمکین کا باعث ہوئے تھے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کی اعانت کرے یا (فرمایا کہ) اجابت کرے۔ (مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ)

اس حدیث میں حارث اور حراث دو لفظ آئے ہیں۔ رئیس قادیاں کا بیان ہے کہ وہ کاشت کار ہوگا حالانکہ وہ فی الحقیقت مزارع نہیں ہوگا بلکہ حارث حراث کے نام سے پکارا جائے گا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں: "و بالجملہ خواہ بطریق علمیت یا وصفیت او را بایں دو نام بخوانند"۔ (اشعۃ اللمعات مطبوعہ نولکشور' جلد ۴' ص ۳۴۰) اور یہ بھی ممکن ہے کہ حارث اس کا نام ہو اور حراث اس کی صفت ہو۔ حراث لغت عرب میں جمع کرنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ پس یہاں مقدمہ لشکر کے قرینہ سے الفاظ حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ حارث نامی ایک شخص ماوراء النہر سے برآمد ہوگا جو عساکر کا اجتماع کرے گا اور اس کے مقدمہ لشکر کے سردار کا نام منصور ہوگا۔

دام افتادگان قادیاں سے چند سوالات

اب میں دام افتادگان قادیاں سے پوچھتا ہوں کہ:

(۱) مرزا صاحب کا نام غلام احمد تھا یا اس حدیث کے بموجب حارث تھا؟

(۲) اور اگر حارث اور حراث کے معنی کاشت کار ہی لیے جائیں تو مرزا صاحب کا پیشہ زراعت تھا یا مقدمہ بازی؟ اگر کہو کہ ان کا پیشہ زراعت تھا تو ثابت کرو کہ انہوں نے کسی دن ہل چلائے اور بتاؤ کہ انہوں نے کب زمین میں تخم ریزی کی اور کسانوں کی سی دوسری مشقتیں برداشت کیں؟

(۳) مرزا صاحب کون سا لشکر لے کر ماوراء النہر سے نکلے تھے؟

(۴) ان کے ماوراء النہر سے برآمد ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

(۵) مرزا صاحب کی ہراول فوج کا سردار جس کا نام منصور ہونا چاہیے کب ظاہر ہوا اور کہاں چل دیا؟

(۶) قادیانی حارث کی ہراول فوج کہاں غارت ہوگئی؟

(۷) حارث صاحب نے آل محمدؐ (مہدی علیہ السلام) کو کون سی پناہ دی؟

(۸) "مسیح موعود" کے کاشت کار ہونے کا جو ڈھکوسلہ بنایا ہے' اس کا حدیث میں کہاں ذکر ہے؟ یعنی وہ لفظ پیش کرو جس کا ترجمہ "مسیح موعود" ہو۔

غرض قادیانی صاحب ایسی ہی بے پر کی اڑایا کرتے تھے جس کا نمونہ ابھی پیش کیا گیا۔

باقی آئندہ

قادیانی مذہب کا انسائیکلوپیڈیا
مجلس تحفظ ختم نبوت کی بلند پایہ علمی پیشکش

مؤلف کے قلم سے مرحلہ وار تعارف

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید چہارم

یہ کتاب "قادیانی مذہب" کچھ ایسی مقبول ہوئی کہ تیسرے سال کے اندر ہی اس کا چوتھا ایڈیشن نکل گیا اور تحقیق کا سلسلہ کچھ اس طرح پھیلا کہ ہر جدید ایڈیشن سابقہ ایڈیشن سے کیفیت اور کمیت میں بہت بڑھ گیا۔ اس چوتھے ایڈیشن کی خصوصیات بیان کرنے سے قبل ضرور ہے کہ تیسرے ایڈیشن کا حساب جانچ لیں۔ اول یہ کہ اس میں اس کے متعلق کیا رائے قائم ہوئی۔ دوم یہ کہ اس دوران میں کیا کیا آثار رونما ہوئے۔ سابقہ ایڈیشنوں کی تمہیدات میں بھی یہ تنقیحات شریک رہی ہیں۔ اس طرح اس کتاب کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ قادیانی تحریک کے نقشے بھی پیش نظر ہو جائیں گے اور آئندہ تاریخ میں کام آئیں گے۔

بریلی' دیوبند' لکھنؤ' دہلی' لاہور اور دیگر مقامات کے سربرآوردہ علماء نے بہ یک زبان اس کتاب کی از حد تعریف کی اور اس کو بہترین محاسبہ تسلیم کیا۔ ان سے بڑھ کر جدید تعلیم یافتہ طبقوں نے اس کی قدر کی اور مذہبی مباحث کے پیش نظر اس کو سیاقی تحقیق کا ایک علمی کارنامہ شمار کیا اور اس سے جو اخلاقی' تمدنی اور سیاسی پہلو نمایاں ہوئے' ان کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ عدم توجہی میں کیا کیا ہوتا رہا اور نگہداشت کی کس درجہ ضرورت ہے۔ چنانچہ آج علماء سے بڑھ کر قومی لیڈر اس کتاب کی اہمیت محسوس کرتے ہیں۔ منجملہ اکابر ملت سر محمد اقبال نے تو دوسرے ہی ایڈیشن پر یہ رائے دی تھی کہ یہ کتاب ملک میں وسیع پیمانے پر شائع ہونے کے قابل ہے۔ اخبارات و رسائل نے تیسرے ایڈیشن پر جو تبصرے لکھے ہیں' ان میں سے چند بطور نمونہ ذیل میں درج کرتے ہیں:

"مولانا الیاس برنی صاحب ایم۔ اے ناظم دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے قادیانی عقائد کی اصل صورت اس فرقہ کی مستند کتابوں سے مضامین اخذ کر کے دکھا دی ہے جس سے ہر شخص قادیانی دجل سے واقف ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے علمی طبقہ میں اور جدید تعلیم یافتہ گروہ میں اس کتاب کی دھوم مچ گئی ہے۔ اگرچہ یہ کتاب مناظرہ کی نہیں ہے' لیکن مناظرے کے مقصد پر اس سے بہتر کتاب کسی نے نہ دیکھی ہوگی"۔

(اخبار منادی' دہلی' مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۳۵ء)

"مولوی الیاس برنی معاشیات کے ایک مستند عالم ہیں' جن کی کتابیں اردو زبان میں اس فن پر شاید سب سے زیادہ ہیں۔ لیکن وہ ایک معاشی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک متکلم اور مناظر بھی ہیں اور تعجب یہ ہے کہ وہ جتنے بلند پایہ معاشی ہیں' اتنے ہی دقیق النظر متکلم اور کامیاب مناظر بھی ہیں۔ ان کی یہ کتاب رجب ۱۳۵۲ھ میں تالیف ہوئی۔ ایک سال کے اندر ہی ربیع الاول ۱۳۵۳ھ میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا اور محرم ۱۳۵۴ھ میں تیسرا ایڈیشن تیار ہو گیا۔ پہلے یہ کتاب سو صفحے کا ایک چھوٹا سا رسالہ تھا۔ دوسرے ایڈیشن میں ۳۵۰ صفحے ہوئے اور اب تقریباً ۶۰۰ صفحات ہیں۔

پروفیسر الیاس برنی جیسے سنجیدہ اور متین مصنف کی تصنیف میں لہجے کی متانت و سنجیدگی' رائے کا استحکام' نقل کی احتیاط اور ذاتیات سے علیحدگی کی جس قدر امید کی جا سکتی تھی' وہ اس کتاب میں پورے طور پر نمایاں ہے اور قادیانی مذہب کے متعلق ہر قسم کی معلومات بلا حاشیہ آرائی جس قدر مستند مواد سے اس کتاب میں جمع ہیں' وہ اور کتابوں میں دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ اس کتاب کی اشاعت سے قادیانی فرقے میں اگر ہر مرتبہ ہلچل مچ گئی تو کوئی عجب نہیں اور یہی اس کی افادیت اور کامیابی کی سب سے روشن دلیل ہے"۔

(رسالہ فاران' بجنور بابت ماہ جولائی ۱۹۳۵ء)

"جناب الیاس برنی صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ کے نام نامی اور اسم گرامی سے کون واقف نہ ہوگا۔ آپ نے دنیائے تالیف و تصنیف میں وہ کارہائے نمایاں کیے ہیں' جن کا زمانہ مداح ہے۔ آپ نے مذہبیات میں بھی بڑی تفحص اور تجسس کی ہے اور "قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ" نامی کتاب تالیف کی ہے جس کا تیسرا ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہے۔ قادیانی مذہب کے خلاف سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں اور آئندہ بھی لکھی جائیں گی لیکن اس بحر بے کراں میں غوطہ لگا کر جو در مکنون پروفیسر صاحب نے نکالا ہے' وہ کم غواصوں کو نصیب ہوگا۔ شروع سے آخر تک کتاب مذکور پڑھ جائیے۔ آپ ایک لفظ بھی ایسا نہ پائیں گے جو پروفیسر صاحب نے اپنی طرف سے ایزاد کیا ہو۔ مرزا صاحب آنجہانی کے خاندان اور پیدائش سے لے کر دم واپسیں تک کے واقعات بڑی کاوش اور محنت سے لکھے ہیں۔ مضمون مسلسل ہے۔ کہیں ایک لفظ بلکہ حرف کا بھی سکتہ نہ ہوگا لیکن حیرت اور کمال تعجب کا مقام ہے کہ یہ تمام الفاظ خود مرزا صاحب اور اس

کے حواریوں کی کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں۔ ترتیب میں جو کمال پروفیسر صاحب نے کیا ہے' اس کی نظیر اگر ناممکن نہیں تو فی زمانہ محال ضرور ہے۔ کتاب کیا ہے' قادیانی مذہب کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ جو چیز آپ کو ہزاروں کتب اور رسائل پڑھنے سے میا نہ ہو سکے گی' وہ آپ "قادیانی مذہب کے علمی محاسب" میں پائیں گے۔ ہم نے بھی قادیانی لٹریچر کا مطالعہ بہت کیا ہے لیکن جو حوالہ جات پروفیسر صاحب نے ترتیب دیے ہیں' ان میں سے بہت سے ایسے تھے جو ہماری نظر سے نہ گزرے تھے۔ انداز بیان نہایت ہی عالمانہ اور شریفانہ ہے۔ طرز تحریر دل پسند اور جاذب توجہ ہے۔ استدلال معقول اور دیانت سے مملو۔ کوئی بات بغیر حوالہ نہیں لکھی۔ جو مضمون بیان کرنا چاہتے تھے' اس کے فقرات و الفاظ مرزا صاحب آنجہانی کی کتب سے اخذ کیے ہیں تاکہ عطائے شما بہ لقائے شما کا مصداق ہو سکے۔

قادیانی مذہب کی تاریخ کا لب لباب ہے جس کی نشوونما اور ارتقاء کو بتدریج بیان کیا ہے۔ مرزا صاحب آنجہانی کے خیالات و اعتقادات میں جو تبدیلیاں ماحول زمانہ کی روش کے ساتھ ساتھ ہوئیں' ان کا بیان نہایت خوش اسلوبی سے کیا گیا ہے اور قادیانی مذہب کے چہرے سے نقاب اتار کر دنیا کو اس کی اصلیت سے آگاہ کر دیا ہے۔

اس مرقع میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں' جسے دل آزار یا خلاف تہذیب کہا جا سکے۔ دوست دشمن' سب کے لیے یکساں مفید ہے۔ بہرحال پروفیسر صاحب اس علمی کارنامے کے لیے لاکھوں مبارک باد کے مستحق ہیں۔"

(رسالہ صوفی' پنڈی بہاؤالدین' بابت جولائی ۱۹۳۵ء)

"قادیانیت کی تردید میں اب تک علمائے اسلام نے دفتر کے دفتر تیار کر دیے ہیں لیکن عموماً وہ تحریریں مولویوں کے قلم سے نکلی ہوئی ہیں جو انگریزی تعلیم یافتہ طبقے کی ذہنیت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں اور اس لیے اپنے مقصد میں بھی زیادہ موثر نہیں ثابت ہوئی ہیں۔ حال میں سر اقبال اور سر مرزا ظفر علی وغیرہم کی تحریروں کے باعث بحث کا رخ بدلا ہے اور اب ہمارا جدید طبقہ بھی ادھر متوجہ ہو چکا ہے۔ پروفیسر الیاس برنی صاحب اس سلسلے میں السابقون الاولون میں شامل ہونے کا شرف رکھتے ہیں اور وہ ترتیب زمانی میں سر اقبال وغیرہم سے بھی اس باب میں متقدم ہیں۔ ان کی کتاب "قادیانی مذہب" کا یہ جدید ایڈیشن بلحاظ اضافہ مضامین ایک جدید اور مستقل کتاب کے حکم میں ہے اور اس میں قادیانی مذہب کے اسرار کو ایک جدید طرز پر طشت ازبام کیا گیا ہے' جو دلچسپ بھی ہے اور دلنشیں بھی۔

اس عظیم کتاب میں مولف نے کمال یہ کیا ہے کہ خود بہت ہی کم لکھا ہے بلکہ خود مرزا صاحب (بانی فرقہ) کی تحریروں سے ان کے اقتباسات لے کر انہیں ایک خاص ترتیب اور سلیقہ مندی سے پرو دیا ہے جس سے مرزا صاحب کے دعوے اور تعلیمات اور خود ان کی زندگی کے سارے خط و خال نظر آ جاتے ہیں۔ رومی اور چینی نقاشوں کے معرکہ کا مشہور قصہ یہ چلا آ رہا ہے کہ چینی نقاشوں نے بڑی محنت سے دیوار پر نقش و نگار بنائے۔ رومی ہنرمندوں نے اور کچھ نہ کیا۔ صرف یہ کیا کہ مقابل کی دیوار کو صیقل کر کے آئینہ بنا دیا اور جوں ہی پردہ اٹھا' ساری چینی نقاشیاں ہوبہو رومی دیوار پر منعکس ہو گئیں۔ برنی صاحب کا فن نقاشی بھی کچھ اسی قسم کا واقع ہوا ہے۔ انہوں نے مرزا کا چہرہ خود مرزا کے آئینے میں جلا کر کے دکھا دیا ہے اور خود الگ کھڑے ہو گئے ہیں۔

دلچسپی سے کتاب کا کوئی صفحہ خالی نہیں۔ عبارت کسی خشک علمی یا مذہبی کتاب کی نہیں' ناول یا افسانہ کی معلوم ہوتی ہے۔ جا بہ جا قلم کی شوخیاں اور مہذب ظرافتیں اس پر مستزاد ہیں"۔

(اخبار صدق لکھنؤ' مورخہ ۱۴ر جون ۱۹۳۵ء)

"الغرض پچاس سال کا ایک عظیم مغالطہ جس میں ہندوستان کے غریب تعلیم یافتہ مسلمان اور شاید حکومت انگریزی بھی مبتلا ہو گئی تھی' اب اس کا پردہ چاک ہو رہا ہے اور جس کا اس تحریک میں جہاں مقام تھا' وہ پہچانا جا رہا ہے۔

صرف یہ ہی نہیں کہ قادیانی جماعت اور حکومت کے تعلقات اسی نوبت تک پہنچ چکے ہیں بلکہ یکایک قدرت کی طرف سے یہ عجیب معاملہ ہو رہا ہے کہ قادیانی بحث و مباحثہ' جسے اب تک خالص دیوبند اور فرنگی محل' بریلی اور سہارنپور کی جبہ و دستار والے مولویوں کا ایک مذہبی مشغلہ سمجھا جا رہا تھا۔ جدید تعلیم یافتہ گروہ کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ ایک طرف جماعت احرار جس میں تعلیم یافتوں کی ایک معقول تعداد شریک ہے۔ وہ اس تحریک کے استیصال کے لیے آستین چڑھا چکی ہے تو دوسری طرف مولوی ظفر علی خان کا شمشیر خاصہ ان کے تعاقب میں سرپٹ چھٹا ہوا ہے اور حال میں علامہ سر اقبال ادام اللہ فضلہ و طول اللہ عمرہ کے اس حقیقت خیز ولولہ انگیز مقالے نے ہمالیہ سے راس کماری تک ہلچل ڈال دی ہے جس میں انہوں نے مسئلہ ختم نبوت کے فلسفیانہ پہلو کو قدرتی قانون پر منطبق کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کا عظیم شرف حاصل کیا ہے۔ متع اللہ المسلمین بطول بقائہ

لیکن جدید طبقے کی تمام کاوشوں میں سب سے زیادہ منظم' باضابطہ و سنجیدہ شکار واقع میں وہ عظیم و خطیر کارنامہ ہے' جس کے لیے قدرت کے ہاتھوں نے مسلم یونیورسٹی کے ایک ہونہار سپوت عثمانیہ یونیورسٹی کے جلیل القدر استاد پروفیسر الیاس برنی ایم۔ اے' ایل۔ ایل۔ بی ناظم دارالترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی کو منتخب کیا۔

فاضل موصوف اب تک ملک میں اپنی معاشی اور ادبی خدمت کی بنیاد پر شہرت رکھتے تھے لیکن دو سال ہوئے کہ حیدر آباد میں ایک شر پیدا ہوا' جس سے خیر کا عظیم سمندر ابل پڑا۔

پروفیسر مذکور نے ایک تقریر کی تھی جس کا قادیانیوں سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ زیادہ سے زیادہ انہوں نے اسلام کے نظریہ ختم نبوت کی عالمانہ مثال میں تشریح کی تھی لیکن قادیانیوں نے برنی صاحب کو بھی بے کس' بے زبان مولویوں پر قیاس کر کے "ریلی بابا" کے ساتھ بھی بازی

گری کا ارادہ کیا۔ حسب عادت ایک رسالہ شائع ہوا جس میں برنی صاحب سے مطالبہ کیا گیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا تذکرہ اپنی تقریر میں کیوں کیا؟..... ظاہر ہے کہ ایک مسلمان اس مطالبہ پر جس حد تک برہم ہو سکتا ہے' برنی صاحب بھی ہوئے لیکن بجائے کسی لفظ زق زق کے خاموشی کے ساتھ انہوں نے قادیانی لٹریچر کی فراہمی کا کام شروع کر دیا اور بڑی تدبیروں سے انہوں نے جب اس جماعت کے پیشوا اور اس کے معتبر اہل قلم مرزا صاحب کے مقربین و خلفاء کے وثائق جمع کر لیے تو بجائے مناظرانہ و مجادلانہ طریق کے خالص علمی رنگ میں انہوں نے ایک تحقیقی مقالہ "قادیانی مذہب" کتاب کی صورت میں شائع کیا۔ برنی صاحب کی قلم سے یہ کتاب کچھ ایسے انداز میں نکل پڑی کہ ہاتھوں ہاتھ ملک میں پھیل گئی اور ڈیڑھ سال کے عرصہ میں جدید اضافوں کے ساتھ اس کے دو ایڈیشن پیاپے نکالنے پڑے۔ بڑھتی ہوئی مانگ دیکھ کر پچھلے چند مہینوں میں پروفیسر صاحب مذکور نے اور بھی ہمت سے کام لیا۔ وقت اور روپیہ کی ایک بڑی مقدار اس کتاب کی ترتیب میں صرف کی۔ حال میں ۶۰۶ صفحات پر اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن بڑی آب و تاب کے ساتھ پریس سے نکلا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اب تک قادیانی تحریک کے متعلق جتنی کتابیں' رسالے' مضامین شائع ہوئے ہیں' ان سب سے اس کتاب کا رنگ بالکل نرالا ہے۔ بالخصوص چند خوبیاں خاص طور پر اس کے ساتھ مخصوص ہیں۔

۱- سب سے بڑی خصوصیت پروفیسر ممدوح نے اپنی کتاب کی یہ لکھی ہے کہ مرزا صاحب یا مرزا صاحب کی تحریک کے متعلق جو کچھ بھی لکھا جائے' جہاں تک ممکن ہو' خود مرزا صاحب یا ان کے معتبر اصحاب و خلفاء کی کتابوں سے خود ان ہی کے الفاظ میں ہو۔ برنی صاحب نے بڑے اہتمام اور حزم کے ساتھ اپنے ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ خود ارقام فرماتے ہیں:

> "کل ایک سو بیس کتابوں سے مواد لیا گیا جن میں سے ایک سو پانچ قادیانی ہیں اور صرف پندرہ غیر قادیانی۔ ان پندرہ میں سے بھی صرف چار قادیانی مذہب کی تردید میں ہیں۔ باقی پانچ فن طب سے متعلق ہیں۔ چند اخبارات و رسائل ہیں جن سے بعض واقعات نقل کیے گئے ہیں۔ رہیں ان میں ایک سو پانچ کتب قادیانی' ان میں سے نصف خاص مرزا صاحب کی تصانیف ہیں۔ باقی نصف دیگر قادیانی صاحبان کی"۔
>
> (قادیانی مذہب' ص ۵۹۹)

۲- برنی صاحب نے اپنی طرف سے جو کچھ کام کیا ہے' وہ عنوانات اور سرخیوں کے قائم کرنے میں کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قوت اجتہاد' دقت رسی' ژرف نگاہی کی جو داد ان عنوان بندیوں میں انہوں نے دی ہے' یہ ان کا مخصوص حصہ ہے۔

۳- اس کے سوا ترتیب ایسی رکھی ہے کہ تم اس کو منطقی استدلال' نفسیاتی تحلیل' تاریخی تسلسل اور تدریجی ارتقاء کی ایک سلیس اور دلچسپ کتاب جو چاہو قرار دو' ناظرین کی بشاشت طبع کو باقی رکھنے کے لیے سرخیوں میں ایسی جان بھری گئی ہے کہ پڑھنے والا ایک دفعہ شروع کرنے کے بعد اس وقت تک کسی دوسرے مشغلے میں اپنے کو لگا نہیں سکتا' جب تک اس کو ختم نہ کر لے۔

پروفیسر برنی سلمہ اللہ تعالیٰ نے بڑا کام سرانجام دیا ہے۔ **فجزی اللہ عنی و عن الاسلام و عن رسول الاسلام صلی اللہ علیہ وسلم و عن القران خیر الجزاء** سچ تو یہ ہے کہ اگر علماء کی جماعت شرح صدر اور وسعت قلب سے کام لے تو برنی صاحب کے اس کام کو ایک تجدیدی کام قرار دے سکتی ہے۔ **ذ لک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذ والفضل العظیم**

(انگریزی نبوت کی انگریزی تنقید' مندرجہ اخبار "صدق" لکھنؤ مورخہ یکم اگست ۱۹۳۵ء)

باقی آئندہ

○

بقیہ: ربوہ سے تل ابیب تک

کرنے کے لئے اینقص فی الدین و اناحی کا نعرہ کفر سوز لگاتے ہوئے کھڑے ہو جاتے۔

نوائے تلخ تری زن چوں ذوق نغمہ کم یابی
حدی راتیز ترمیخواں چو محمل را گراں بینی

ہمیں اسلام کے بارے میں الحمدللہ کوئی تشویش نہیں۔ اس کی حفاظت کا ذمہ خدا تعالیٰ نے خود لیا ہے، اور وہ اس کی حفاظت کے لئے خود ہی اسباب بھی پیدا فرمادیتا ہے۔

ہمیں جس چیز نے بے چین کر رکھا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر یہ کیا جادو چل گیا ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش کسی سازش کا نوٹس نہیں لیتے اور ان کی آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں جب پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے، اور وقت اپنا انمٹ فیصلہ لکھ کر فارغ ہو جاتا ہے۔

ہمارے نزدیک قادیانی، صیہونی سازش کا ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ قادیانیت کو صیہونیت کی طرح، ایک دہشت پسند سیاسی تنظیم تسلیم کرتے ہوئے اس کی تمام سرگرمیوں کو خلاف قانون قرار دیا جائے، اس تحریک کا کوئی فرد کسی اسلامی ملک میں کسی سرکاری منصب پر فائز نہ ہو، اس کے ارکان کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھی جائے۔ اور جن افراد کا کسی بیرونی سازشی جماعتوں سے رابطہ ثابت ہو جائے، انھیں بغاوت کی سزا دی جائے ___ اور

ہر مسلمان یہ نوٹ کر لے کہ کوئی قادیانی کسی حالت میں بھی اسلامی ملک کا وفادار شہری نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا... اس لئے کہ ہر قادیانی اسلام کے قلعہ کو مسمار کر کے اس پر "احمدیت" کا قصر تعمیر کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ تمام اعدائے اسلام سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہمارے ارباب اقتدار کو ان فتنوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

والحمد للہ اولاً واخراً

Ahmad's sham prophethood or want to act upon Mirza's religion they may do so, but they must neither use the holy name of Islam nor play fraud by using Islamic *Shaaer.*

In the end it is very necessary to submit that in the present "Anti-Islamic Activities of Qadianis...." Ordinance extreme leniency has been shown to the Qadianis. It recognizes their entity and gives them the right to live in Pakistan as a non-Muslim minority; otherwise, by Shariat Law the Qadiani gang is *Murtad* (apostate), *Zindeeq* (dualist-infidel) and liable to capital punishment. Commands of Shariat are unchangeable. The same command or law is applicable upon them as was applicable upon the followers of Musailamah Kazzab. The Qadiani Association can suitably be called the "Association of Pirate Traitors of Islam," or "Association of Rebels of Islam." If Qadianis do not accept their non-Muslim minority status and do not stop playing with the holy *Shaaer* of Islam, then the Ulema of Islam, will be constrained to give this *fatwa* in the light of Islamic Law that the Qadiani pirates are the rebels of Islam and liable to capital sentence; they be slain and this "Association of Pirate Traitors of Islam" be declared unlawful.

In any circumstance, if the contempt of Court is an offence, (and certainly it is an offence), then the contempt of the holy Prophethood of Muhammad ur Rasulullah (صلی اللہ علیہ وسلم) is no lesser offence. If conspiring against the country and nation is an offence, (and certainly it is an offence), then conspiring against Islam too is no lesser offence. And if revolt against the government is an offence then revolt against Muhammad-ur-Rasulullah (صلی اللہ علیہ وسلم) too is a much worse offence.

﴿واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل﴾

APPENDIX

The Qadianis vis-a-vis Pakistani Constitutional Provisions - A review

1. Pakistan Constitution (Second Amendment) Act of 1974, came into force on the 17th September, 1974, which incorporated a new clause to Article 260, namely:

"A person who does not believe in the absolute and unqualified finality of the Prophethood of Muhammad (peace be on him), the last of the prophets, or claims to be a prophet in any sense of the word or of any description whatsoever after Muhammad (peace be on him), or recognises such a claimant as a prophet or a religious reformer, is not a Muslim for the purpose of the Constitution or Law"

From the foregoing clause, it is evident that both groups of Qadianis, the main denomination and its splinter group are non-Muslim as per law. Both are covered by this definition.

2. The Qadianis retaliated at this move and violated the law with full force at their command. They persisted in calling themselves Muslims and their faith as Islam. They continued to defile exclusive epithets, descriptions and titles of Muslims and applied them to their scions, and satraps, such as, "Ummul Momineen" (Mother of Muslims), "Ahle-Bait" (members of the family of the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) "Sahabah" (Companions), "Khulafa-e-Rashideen", (First four Caliphs of Islam), "Amirul Momineen," "Khalifatul Muslimeen", etc. It is well-known that these epithets are exclusively used by Muslims and never by non-Muslims for any of their personages. Notwithstanding the above, the Qadianis passed abusive and derogatory remarks against holy men.

Therefore, a need was felt to add a new section No. 298 A to Pakistan Penal Code. For this purpose an Ordinance was promulgated, No. XLIV of 1980 in which section 298 A reads as follows:

Section 298-A

"Use of derogatory remarks, etc., in respect of holy personages. Whoever by words either spoken, or written, or by visible representation or by any imputation, innuendo or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of any wife (Ummul Momineen) or members of the family (Ahle Bait) of the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) or any of the righteous Caliphs (Khulafa-e-Rashideen) or Companions (Sahabah) of the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم), shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years or with fine or with both."

Qadianis violated this law also. For their willful breach and as a sequence to the perturbation caused to the Muslims of Pakistan, a Presidential Ordinance called the "*Anti-Islamic activities of Qadianis (Prohibitions And Punishments) Ordinance*" of 1984 was promulgated on April 26, 1984, which added sections 298-B and 298-C to the Pakistan Penal Code. These Sections are reproduced below:

CONTINOUED

Ahmadis. They said that the world peace and global stability was in danger due to the arbitrary negation of basic human rights of Ahmadis by Pakistan. They further said that the life of Ahmadis was in straightened circumstances on Pakistan's initiative. As a proof they referred to a move made by Raja Zafar ul Haq, a representative of Zia-ul-Haq, to urge the Egyptian National Assembly to pass a law that whoever changed his religion and became Ahmadi would be hanged for apostasy or imprisoned for life. In the press conference, they also said that South Africa and Pakistan were on the same keel, the only difference being that for the former the colour of the skin, and for the latter the doctrinal persuasions, resulted in discriminations getting admissibility. They showed great concern over a law which is proposed to be enacted for safeguarding the holy reputation of the Prophet and said that on the false alarm of desecration of Prophetic holiness, the Christians could also be punished, whereas in this era of progress and development no room for such a thing existed."

Constitutional Adherence

"When the Ahmadi leaders were asked if they were ready to accept the offer of peaceful living like other minorities, as guaranteed by the Constitution of Pakistan and the law passed by its National Assembly, they replied that they could not accept it because their very existence had been denied in the Constitution. They said so long as it remained without the amendment they supported it and eminent Ahmadi personages served the civil and the military of Pakistan and were its best ambassadors in the outside world. They questioned as to who gave the mandate to Zulfiqar Ali Bhutto or Zia ul Haq to decide as to who was a Muslim and who was not, because nowhere in the world, national assemblies and parliaments had the right to adjudicate on dogmatic faiths of the people. The British Parliament does not have the right to enact a law that Catholics or Methodists are not Christians."

(Daily 'Jang,' London, July 31, 1986).

(B) "Islamabad (Special Representative, *Jang*) It is learnt that the Qadianis have declared their apathy towards elections on the Reserved Qadiani seats in National and Provincial Assemblies. A notification of Election Commission says that nomination papers for one seat for Qadianis in National Assembly and one each for the Assemblies of Frontier and Sindh Provinces must be received in their office by Tuesday. A spokesman of the Jamaat said, no Qadiani would take part in the election because they did not accept the Ordinance of 1984 which declared them non-Muslims. According to the spokesman, consequent to the Ordinance the Jamaat has decided that no Qadiani should consider himself non-Muslim and if anybody stood for the Reserved seat for election as an Ahmadi, the Jamaat would not acknowledge his representative status."

(Daily 'Jang', Karachi, August, 22, 1989).

It is clear from the above instances that even after the enactment of the Constitutional Law, the status-quo remained and Muslims got no respite from the Qadianis' mischievous moves. Agitation resurfaced in 1983/84 and the Government was asked to proceed with measures necessary to stop them from using the name of Islam and Islam's *Shaaer* and to strictly comply with the Constitutional provisions. It was to fulfil the intent of this Constitution that the "Anti-Islamic Activities of Qadianis (Prohibitions and Punishments)" Ordinance was promulgated on April 25, 1984.

From the above submissions, it is obvious that this law is thoroughly just and equitable and its intention is merely to stop the Qadianis from interfering in the religion of Musalmans and using Islamic *Shaaer*. That's all.

CONCLUSION

In civilized countries, people are permitted to act upon their religious customs and rituals on the condition that other people who live in the area and who subscribe to other persuasions are not disturbed. For instance, Muslims in the Western countries are not allowed to say *Azan* on loudspeakers or to construct a mosque if local people object. Therefore, our stand on this issue is simple, that is, if Qadianis believe in Mirza Ghulam

parties appealed to Allah and left the decision in the Hands of Allah, the Exalted. This fact was corroborated by Mirza Ghulam Ahmad on 2nd October, 1907, when he wrote that decisions left in the Hands of Allah crystallize in this manner that of the two adversaries the one who is a liar dies within the life-time of the truthful person.

(*Malfoozat-e-Mirza Qadiani* pp. 440-441, Vol. 9).

Having laid down the principle himself, Mirza died on May 26, 1908, of cholera epidemic. (*Hayat e Nasir* p. 14).

And the celebrated Maulana Ghaznavi lived a further nine years. His death occurred on May 16, 1917.

(*Rais-e-Qadian* p. 192, Vol. 2)

In this way, Allah the Exalted made His Decision and as for the holy Prophet (صلی اللہ علیہ وسلم) he too declared Mirza Qadiani a lying Dajjal, as it is related in a Hadith:

"In my Ummat there shall be lying Dajjals who will lay claims to prophethood, although I am خاتم النبیین (the last of the prophets) and there shall be no prophet after me."

(Tirmizi, Vol. 2, p. 45).

But the Qadianis took no heed despite the above decision of Allah and the Prophet and refused to acknowledge themselves as non-Muslim. So much that Allama Iqbal had to place this demand before the Indian Government but to no avail. When Pakistan came into being, the apostatic activities of the Qadianis became all the more aggressive as is evident from the findings of Munir Enquiry Report. Consequently the Muslims reiterated the demand before the then Government in accordance with Allama Iqbal's formula. But Martial Law was clamped down on the agitation in 1953 and bullets silenced the Movement. Yet the fissure in the volcanic rock did not close. It erupted in 1974 when the university students of Faisalabad were attacked by the Qadianis at Rabwa railway station. Ultimately, the National Assembly of Pakistan heard the heads of both parties of Qadianis and after hearing their arguments took the decision that Qadianis were non-Muslims, having no connection with Islam. In this way they were declared non-Muslims by law.

The Qadianis did not play fair as they ought to have accepted the decision and the legal binding on them. After all they had argued their case to their full satisfaction and had said whatever they wanted to say. On the contrary, they flouted the decision of the National Assembly and put it to naught. By saying to Muslims: "You are "Sarkari" (Govt's) Musalman and we are "Khudai" (Allah's) Musalman," they derided the law of the land and put it to contempt. In this way, they increased their apostatic Tabligh through provocation and started anti-government and anti-Pakistan propaganda, within the country and outside, to undermine the Constitution of the Government and people of Pakistan. By way of example, here are a few references:

(A) "In Pakistan Constitution our existence has been denied, we will not abide by it"

'Press conference of Ahmadi Leaders in London"

"London, (Press Report, *Daily Jang*). The Ahmadi leaders refuted the allegation as totally baseless that their founder or his successors had ever called anybody non-Muslim.* On the other hand, Muslims having declared Ahmadis non-Muslims have prohibited their burial in their graveyard or offering prayers in their Masajid. The Qadiani leaders were addressing a press conference at the end of a three-day meet of their Jamaat in a London restaurant at Piccadilly..... in which the Government of Zia-ul-Haq was made a target of acrimonious criticism. It was also alleged in the conference that the hatred against Ahmadis was now planned to be extended to other countries of the world as well. They urged upon the print and electronic media of the West to operate on this malignant growth like a surgeon so as to check it from spreading in other countries of the world. They appealed to the outside world to undertake ways and means at their disposal for channelling public opinion in their respective countries and highlight the wrongs perpetrated on

**This is a damning lie. Please see pages 94, 95, 98, 426, 429, 590, etc. wherein right from their founder Mirza Ghulam to the present Khalifa of Qadianis, all have declared non Qadianis as non-Muslims. Second Qadiani Caliph Mirza Mahmud deemed Muslims as pakka Kafirs as Christians, Hindus, Jews, etc., and would not allow funeral prayer even for a minor Muslim child; nor does Qadiani religious code permit inter-marrying with Muslims. This is how the Qadianis hoodwink the gullible Western people who are mostly Christians and who already nurture centuries old prejudice against the Muslim Ummah. Please see who is the aggressor and who is aggrieved!*

SUBMISSION TO THE HON'BLE SUPREME COURT OF PAKISTAN

By
Maulana Muhammad Yusuf Ludhianvi

Translated by
K.M. Salim

Edited by
Dr. Shahiruddin Alvi

To summarize the above, Mirza Ghulam Ahmad Qadiani presented a new religion, in the nomenclature of Islam, parallel to the real Islam brought by Muhammad-ur-Rasulullah, (صلی اللہ علیہ وسلم). This is the basis of conflict between Muslims and Qadianis. The Islam which the Muslims have been accepting and following, right from the times of Muhammad ur Rasulullah (صلی اللہ علیہ وسلم) generation after generation, has been put to disgrace by the Qadianis. In direct opposition to Islam, Ghulam Ahmad Qadiani has brought forward his own version of the so-called Islam. Mirza's advocacy of his religion is not limited to his self alone or to the men of his Jamaat but he propagated his revolting faith among people in general gatherings of Muslims and in their dewellings. It is but natural under these circumstances that Muslims should get provoked. Despite the Qadiani's heretic confrontation Muslims have shown great forbearance and tolerance and have not reacted in the manner they are capable of, patterns of which were witnessed in the cases of Musailamah Kazzab and Rajpal. The ulema of the Ummat relentlessly carried out dialogues with the Qadianis and defeated them. They wrote numerous books in rebuttal of Qadaniat. Several sessions of confrontations and Mubahalas were held and by the Grace of Allah, the Divine Court ruled that Mirza and his Jamaat were Kafirs, unbelievers, impostors, liars and deceivers in the highest degree.

Mirza's Mubahala with Maulana Ghaznavi

I narrate one instance and give an account of one Mubahala that should be sufficient to prove my submission:

> "On Zeeqad 10, 1310, a Mubahala was held in the maidan of Eidgah, Amritsar, between Maulana Abdul Haq Ghaznavi and Mirza Ghulam Ahmed Qadiani. The claim of Mirza Ghulam Ahmad was that he and his followers were all Musalman. Maulana Abdul Haq Ghaznavi said that all of them were *Kafirs, Murtad, Zindiq* and *Dajjal* (unbelievers, apostates, dualist-infidels and impostors) as well as enemies of Allah and His Prophet and that Mirza's books were a mass of infidelity. Both came out in the open and invoked Allah in these words: "Ya Allah, if I am a liar, send imprecations on me!" The audience joined in by saying "Ameen" together."

(Majmua e Ishtiharat Mirza Qadiani, p. 427, Vol. 1)

We have seen that in this Mubahala, both

قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ (جدید ایڈیشن)

پروفیسر محمد الیاس برنیؒ

○۔ " قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ "برصغیر پاک و ہند میں وہ مشہور کتاب ہے جسے قادیانی عقائد و عزائم کا انسائیکلوپیڈیا کہا جاسکتا ہے۔

○ ..... آج تک اس کے تمام ایڈیشن لیتھو پر شائع ہوئے تھے جن میں موجود بہت سی غلطیاں کتاب کے حسن کو ماند کررہی تھیں۔

○ ..... اب اس کا جدید ایڈیشن کمپیوٹر پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا ہے۔

جدید ایڈیشن درج ذیل خصوصیات کا مجموعہ ہے:۔

۱..... قدیم قادیانی کتب اور ان کے جدید ایڈیشنوں کے حوالہ جات کا اضافہ کیا گیا ہے نیز روحانی خزائن (مطبوعہ ربوہ و لندن) کے حوالہ جات بھی شامل کردیئے گئے ہیں۔

۲..... قادیانی اخبارات و رسائل کے حوالہ جات بمعہ جلد' شمارہ' تاریخ اور صفحات بھی شامل کردیئے گئے ہیں۔

۳..... کتابت کی سابقہ تمام غلطیوں کو دور کردیا گیا ہے۔ حوالے کی اصل کتابوں سے عبارتوں کو ملا کر تصحیح کردی گئی ہے۔

۴..... سیرت المہدی کے حوالہ جات میں صفحہ اور جلد کے ساتھ روایت نمبر بھی درج کردیا گیا ہے۔

۵..... جہاں کہیں عبارتوں میں کتابت کی غلطی تھی اسے دور کردیا گیا ہے۔

۶..... فاضل مصنف مرحوم نے عنوان کے ساتھ صرف نمبر لگائے تھے۔ ہم نے فہرست میں ان عنوانات کے ساتھ صفحات بھی دے دیئے ہیں۔

۷..... ضمیمہ جات کے عنوانات کی فہرست کو اصل فہرست کے ساتھ لگادیا گیا ہے۔

۸..... مرزا قادیانی کے اشتہارات جو تبلیغ رسالت کے نام سے پہلے دس جلدوں میں تھے۔ ان حوالہ جات میں مجموعہ اشتہارات کی تینوں جلدوں کے صفحات دے دیئے ہیں۔

۹..... مصنف نے مرزا کے اقوال کفریہ مختلف قادیانی رسائل و اخبارات کے حوالہ کے ساتھ دیئے تھے۔ اب ملفوظات کے حوالہ جات بھی ساتھ لگادیئے گئے ہیں۔

۱۰..... مصنف کے زمانہ تصنیف کتاب ہذا کے وقت مرزا قادیانی کا کفرنامہ' تذکرہ' شائع نہیں ہوا تھا۔ اس ایڈیشن میں "تذکرہ" کے حوالہ جات بھی دیئے گئے ہیں۔

کمپیوٹر کتابت۔ عمدہ سفید کاغذ۔ سہ رنگ ٹائیٹل۔ خوب صورت جلد۔ صفحات ۸۳۰۔

قیمت تین صد ۳۰۰روپے صرف۔

ملنے کا پتہ۔ دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ حضوری باغ روڈ۔ ملتان۔ فون نمبر ۵۴۳۱۲۲

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے زیر اہتمام

گیارھویں عالمی

عظیم الشان

سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس برمنگھم

بروز اتوار

مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۹۶ء بمقام جامع مسجد برمنگھم ۱۸۰ بیلیھیم روڈ برمنگھم

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ **خان محمد** صاحب مدظلہ امیر مرکزیہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کانفرنس کے چند عنوانات

مسئلہ ختم نبوت • حیات و نزولِ عیسیٰ علیہ السلام • مسئلہ جہاد • قادیانیت کے عقائد و عزائم • مرزائیوں کی اسلام دشمنی اور اُن کی دہشت گردی ◎ کانفرنس میں جوق درجوق شرکت فرما کر ثابت کریں کہ ہم قادیانیت کو پنپنے نہیں دیں گے اور اُن کا تعاقب جاری رکھیں گے کانفرنس کو کامیاب بنانا تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ۳۵ اسٹاک ویل گرین لندن۔ ایس ڈبلیو ۹، ۹ ایچ زیڈ یو کے فون ۷۱-۷۳-۸۱۹۹